تحریکِ خدام اہل سنت
کا ترجمان
نظامِ خلافتِ راشدہ
کا داعی

سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ خلیفۂ اول
سیدنا عمر الفاروق رضی اللہ عنہ خلیفۂ دوم
سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ خلیفۂ سوم
سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خلیفۂ چہارم

حق چار یار

رضی اللہ عنہم

جمبر دی

لاہور

خدّامِ اہلسنّت کی دُعا

از حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب بانیٔ تحریک خدّام اہلسنّت پاکستان

۲ محرم ۱۳۹۳ھ — ۶ فروری ۱۹۷۳ء

خدایا اہلِ سُنّت کو جہاں میں کامرانی دے
خلوص و صبر و ہمّت اور دیں کی حکمرانی دے

تیرے قرآں کی عظمت سے پھر سینوں کو گرمائیں
رسول اللہؐ کی سُنّت کا ہر سُو نور پھیلائیں

وہ منوائیں نبیؐ کے چار یاروںؓ کی صداقت کو
ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ کی خلافت کو

صحابہؓ اور اہلِ بیتؓ سب کی شان سمجھائیں
وہ ازواجِ نبیؐ پاکؐ کی ہر شان منوائیں

حسنؓ کی اور حسینؓ کی پیروی بھی کر عطا ہم کو
تو اپنے اولیاء کی بھی محبت دے خدا ہم کو

صحابہؓ نے کیا تھا پرچمِ اسلام کو بالا
انہوں نے کر دیا تھا روم و ایراں کو تہ و بالا

تیری نصرت سے پھر ہم پرچمِ اسلام لہرائیں
کسی میدان میں بھی دشمنوں سے ہم نہ گھبرائیں

تیرے کُن کے اشارے سے ہوا پاکستان کو حاصل
عروج و فتح و شوکت اور دیں کا غلبۂ کامل

ہو آئینی تحفظ[ل] ملک میں ختمِ نبوّت کو
مٹا دیں ہم تیری نصرت سے انگریزی نبوّت کو

تو سب خدّام کو توفیق دے اپنی عبادت کی
رسولِ پاکؐ کی عظمت محبت اور اطاعت کی

ہماری زندگی تیری رضا میں صرف ہو جائے
تیری راہ میں ہر ایک سُنّی مسلماں وقف ہو جائے

تیری توفیق سے ہم اہلِ سُنّت کے رہیں خادم
ہمیشہ دینِ حق پر تیری رحمت سے رہیں قائم

نہیں مایوس تیری رحمتوں سے مظہرِ ناداں
تیری نصرت ہو دنیا میں قیامت میں تیری رضواں

ل الحمدللہ تمام مسلمانوں کا یہ متفقہ مطالبہ منظور ہو چکا ہے اور آئین پاکستان میں قادیانی اور لاہوری مرزائیوں کے دونوں گروہوں کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خلافت راشدہ حق چاریار رضی اللہ عنہم

نظام خلافت راشدہ زندہ باد

تحریکِ خدام اہلسنت والجماعۃ پاکستان کا ترجمان

نظامِ خلافتِ راشدہ کا داعی

ماہنامہ

حق چاریار رضی اللہ عنہم

لاہور

زیر سرپرستی

قائد اہلسنت وکیل صحابہ مظہر شریعیۃ وطریقت حضرۃ مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ

بانی و امیر تحریکِ خدام اہلسنت پاکستان، چکوال فون نمبر ۲۴۳۴

مدیر مسئول

حکیم حافظ محمد طیب

جلد: ۳ شمارہ: ۹ رمضان / شوال ۱۱ ۱۴ھ اپریل ۱۹۹۱ء سالانہ چندہ -/۶۰ روپے فی شمارہ -/۷ روپے

سالانہ بدل اشتراک برائے بیرون ممالک بذریعہ ہوائی جہاز رجسٹری

ریاستہائے متحدہ امریکہ -/۲۲۰ روپے

ہانگ کانگ، نائیجیریا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، برطانیہ، جنوبی افریقہ
ویسٹ انڈیز، برما، انڈیا، بنگلہ دیش، تھائی لینڈ۔ -/۱۸۰ روپے

سعودی عرب، عرب امارات، مسقط، بحرین، عراق، ایران، مصر، کویت -/۲۵ ریال

رابطہ: دفتر ماہنامہ حق چاریار رضی اللہ عنہم لاہور، مدینہ بازار، ذیلدار روڈ اچھرہ لاہور فون نمبر ۴۱۶۱۰۷

ناشر: حکیم حافظ محمد طیب، مطبع افضل شریف پرنٹرز، مقام اشاعت دفتر ماہنامہ حق چاریار رضی اللہ عنہم لاہور، مدینہ بازار، ذیلدار روڈ، اچھرہ لاہور

اس شمارے میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اھدنا الصراط المستقیم

مکتوب حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

بنام شاہ محمد عاشق پھلتی رح

جمعرات کے دن بادشاہ حضرت نظام الدین اولیارؒ اور دیگر مشائخ کے مزارات کی زیارت کرنے کے لیے سوار ہو کر گیا تھا۔ مجھے پہلے سے اطلاع دیے بغیر کابلی دروازے سے سادہ تخت پر سوار ہو کر غریب خانے پر وارد ہوا۔ فقیر کو کوئی اطلاع ہی نہ تھی۔ مسجد میں بوریوں پر آکر بیٹھ گیا۔ اس قدر توقیر سلطان کرنا لازم ہوئی کہ فقیر جس مصلّے پر بیٹھتا ہے اور نماز ادا کرتا ہے اس کو اس طریقے سے بچھا دیا گیا کہ اس کی ایک جانب فقیر بیٹھ گیا اور دوسری جانب بادشاہ۔ بادشاہ نے اوّل مصافحہ کیا بڑی تعظیم کے ساتھ۔ بعدازاں کہا۔ میں مدت سے آپ کی ملاقات کا مشتاق تھا لیکن آج اس نوجوان کی رہنمائی میں یہاں پہنچا ہوں۔ اشارہ وزیر کی طرف کیا۔ پھر کہا کہ غلبۂ کفر اور رعیت کا تفرّق وانتشار اس درجے پر پہنچ گیا ہے کہ سب کو معلوم ہے چنانچہ مجھے تو سونا اور کھانا پینا دوبھر اور تلخ ہو گیا ہے۔ اس بارے میں آپ سے دُعا مطلوب ہے میں نے کہا کہ پہلے بھی دُعا کرتا تھا اور اب تو ان شاء اللہ اور زیادہ دعا میں مشغول رہوں گا۔ اس دوران میں وزیر نے مجھ سے کہا۔ الحمدللہ۔ یہ وہ بات ہے کہ ایک مدت کے بعد سننے میں آرہی ہے ورنہ ماضی قریب کے بادشاہوں میں سے کسی میں نماز کی پابندی سننے میں نہیں آئی تھی۔ بادشاہ نے (مجھ سے مخاطب ہو کر) کہا۔ علماء انبیاء کے وارث ہیں جب تک ایسے کاموں میں دعاءِ اہلِ دل شامل نہیں ہوتی کامیابی نہیں ہوتی اس لیے کہ بادشاہانِ دین علماء اور اہلِ دل ہیں بلکہ صحیح یہ ہے کہ وہ دین و دنیا دونوں کے بادشاہ ہیں دنیا کا کام بھی ان کی توجہ کے بغیر انجام پذیر نہیں ہوتا ہے۔ اس گفتگو میں بادشاہ نے بڑی تواضع اور عاجزی ظاہر کی۔ میں نے کہا کہ ایک فقیر کی جھونپڑی میں اگر کوئی بادشاہ آئے تو اس کی غرض اللہ کے لیے تواضع کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوگی۔ حدیث شریف میں آیا ہے: من تواضع للہ رفعہ اللہ (جس نے اللہ کے لیے

تواضع اختیار کی اس کو اللہ نے بلند کر دیا۔ آپ کو اس جامع حدیث کے ذریعے بشارت مند ہونا چاہیئے۔

بعد ازاں فقیر نے بادشاہ سے کہا۔ حضرت ابوبکر صدیق رض نے حضرت عمر فاروق رض کو خلیفہ بناتے وقت بطورِ وصیت یہ الفاظ ارشاد فرمائے تھے: خلیفہ کو عجیب عجیب مشکلات درپیش ہوتی ہیں۔ اعدائے دین کی طرف سے بھی اور موافقین کی طرف سے بھی۔ ان تمام مشکلات کا بس یہی علاج ہے کہ مرضیاتِ حق کو اپنا نصب العین بنا کر حق تعالیٰ سے ہی مدد طلب کی جائے اور اس کے غیر سے قطع نظر کر لی جائے۔ اس کے بعد میں نے بادشاہ کو ایک تسبیح دی۔ اس نے تعظیم تمام کے ساتھ اس کو لیا۔ پھر میں نے کہا کہ یہ آیت فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ سو سو بار ہر نماز کے بعد پڑھنی چاہیئے، آپ کے معاملات میں یہ عمل نافع ہوگا۔ بادشاہ نے قبول کیا۔ اس کے بعد اپنا ہاتھ مصافحہ کے لیے دراز کیا۔ میں نے مصافحہ کیا پھر وہ کھڑا ہوا اور سوار ہو گیا۔ بالجملہ بادشاہ خوش نیت، سخی اور نماز پنجگانہ کا پابند ہے۔ کوئی فسق و فجور کی علامت اس پر نمایاں نہیں تھی۔ اس کی ڈاڑھی مونچھ شریعت کے مطابق تھی زبان ہندی و فارسی درست ہے۔ عربی میں کوئی مہارت نہیں رکھتا۔ عقل و تدبیر میں اگرچہ عالمگیر اورنگزیب کی مانند تو نہیں کہا جا سکتا مگر ہاں بظاہر بہادر شاہ (اوّل) کی مثل تو ہوگا واللہ اعلم۔ (مکتوب ۲۶)

تبصرہ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح اپنے دور کے امام المحدثین، عظیم مصلح اور مجدد تھے طریقت کے سلاسل اربعہ میں آپ نقشبندی مجددی تھے۔ آپ نے اپنے مکتوب میں بادشاہ کے جو حالات بیان کیے ہیں اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ بادشاہ بھی اہل اللہ میں سے تھا۔ بادشاہ کے لیے پابند صوم و صلوٰۃ ہونا، ڈاڑھی مونچھ شریعت کے مطابق رکھنا اور حضرت شاہ ولی اللہ رح جیسی جامع روحانی شخصیت سے یوں تواضع کے ساتھ پیش آنا اور بوریا اور مصلے پر درویشوں کی طرح بیٹھ جانا یہ فضل خداوندی کی علامتیں ہیں اور پھر حضرت شاہ صاحب کا اس کو تسبیح دینا، وظیفہ بتانا اور خصوصاً امام الخلفاء حضرت صدیق اکبر رض کی اس وصیت کا ذکر کرنا جو آپ نے حضرت فاروق اعظم رض کو فرمائی تھی، بادشاہ کے سامنے خلفاءِ راشدین کی شرعی عظمتوں کا بیان کرنا اور ان کی اتباع کی تاکید کرنا مقصود ہے۔ کاش کہ ہمارے پاکستانی اربابِ اقتدار صدر ہو یا وزراء، قومی و صوبائی اسمبلی کے ممبران ہوں یا سیاسی زعماء، اپنے چہروں کو مسنون ڈاڑھی سے مزین کرتے اور امور مملکت میں خلفاء راشدین حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان ذوالنورین اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کی اتباع کو اپنا دینی فریضہ قرار دیتے (باقی ص ۲۷ پر)

نعت
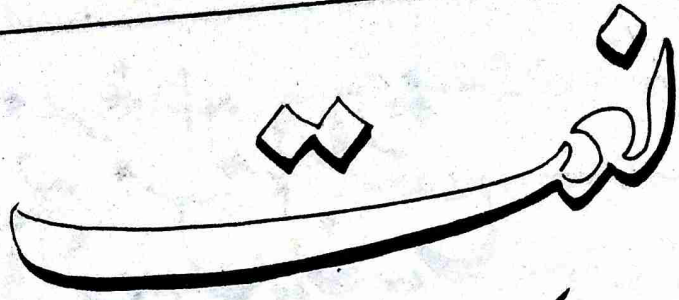
کہوں کیا دوستو تم سے ہے کیا رتبہ محمدؐ کا
ہے اعلیٰ اور بالا عرش سے روضہ محمدؐ کا

شہنشاہوں کی دولت اسکی نظروں میں نہیں جچتی
میسّر آگیا جس کو بھی نقشِ پا محمدؐ کا

وہ منظر کیا حسیں ہوگا جو ملتے ہوں گے یہ باہم
نگاہیں بوبکرؓ صدّیق کی چہرا محمدؐ کا

مرے دل کے چمن میں کھل اٹھیں کلیاں محبّت کی
کسی کے لب پہ نام پاک جب آیا محمدؐ کا

فقط یہ انگلیاں کیا کاٹ لیتیں وہ جگر اپنے
زنانِ مصر پر پڑتا جو لشکارا محمدؐ کا

ہے دریا موجزن رحمت کا آئے جس کا جی چاہے
نہ ہوگا خشک محشر تک بھی یہ دریا محمدؐ کا

زمین و آسمان و کوہ و دریا گلشن و صحرا
جدھر دیکھوں نظر آئے مجھے جلوا محمدؐ کا

سکندر اور دارا بھی ترے محتاج ہو جائیں
تو سچے دل سے ہو جائے اگر شیدا محمدؐ کا

وہ خلوت ہو کہ جلوت ہو وہ محفل ہو کہ تنہائی
رہے ہر دم تصور ذہن میں آقا محمدؐ کا

سنا ہے میں نے سایا اس کے پیکر کا نہ ہوتا تھا
مرا دعویٰ ہے دو عالم پہ ہے سایا محمدؐ کا

درودِ پاک کثرت سے پڑھے دن رات اے سلماں
جسے مطلوب ہو خوابوں میں نظارا محمدؐ کا

سید سلمان گیلانی شیخوپورہ

قسط نمبر ۸

مولانا قاضی شمس الدین درویش اور یزیدی ٹولہ

(مولانا) قاضی مظہر حسین

ماہنامہ حق چار یارؓ فروری ۱۹۹۱ء میں زیر عنوان مضمون کی ساتویں قسط شائع ہوئی تھی۔ مارچ کے شمارے میں خلیجی جنگ کے متعلق طویل مضمون کی وجہ سے قسط نمبر ۸ شائع نہیں ہوسکی جو اپریل کے شمارے میں قارئین کرام کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے۔ قاضی شمس الدین صاحب درویش نے ماہنامہ "نقیب ختم نبوت" دسمبر ۱۹۹۰ء میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا "ندامت نامہ" شائع کیا تھا جو ماہنامہ "حق چار یارؓ" فروری ۱۹۹۱ء میں نقل کرکے اس پر مختصر تبصرہ لکھ دیا تھا۔ تفصیلی جواب حسب ذیل ہے۔

(۱) ایک مشہور شیعی مجتہد حسن بن یوسف المعروف بہ حلی متوفی ۷۲۶ھ نے عقیدہ امامت کے بیان میں ایک کتاب بنام منہاج الکرامۃ فی معرفۃ الامامۃ تصنیف کی تھی جس میں خلفاء راشدینؓ اور صحابہ کرامؓ کو طعن و ملامت کا ہدف بنایا گیا تھا۔ اسی کتاب کے جواب میں علامہ تقی الدین احمد بن عبدالحلیم المعروف بابن تیمیہؒ متوفی ۷۲۸ھ نے ایک جامع کتاب منہاج السنۃ النبویہ فی نقض کلام الشیعۃ القدریہ تصنیف کی جو چار جلدوں میں مطبوعہ مصر شائع ہوچکی ہے۔ قاضی شمس الدین درویش نے اسی کتاب کے اقتباسات پیش کیے ہیں جس سے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ندامت نامہ ثابت کرتے ہوئے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ حضرت علیؓ نے بھی مشاجرات صحابہؓ (جنگ جمل و صفین) میں خطائے اجتہادی کا ارتکاب کیا ہے۔

(۲) شیعی مصنف حلی نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر متعدد اعتراضات کیے تھے کہ انہوں نے نااہل کو حاکم و والی بنایا اور اپنے اقربا کو عہدے دیے وغیرہ تو علامہ ابن تیمیہؒ نے اس کا مختلف پہلوؤں سے جواب دیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ: نکل ما ینقل عن عثمان غایتہ ان یکون ذنبا او خطأ وعثمان رضی اللہ عنہ قد حصلت لہ اسباب المغفرۃ من وجوہ کثیرۃ منہا سابقتہ وایمانہ وجہادہ

وغیر ذلک من طاعاته وقد ثبت ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم شہد لہ بل بشرہ بالجنۃ علی بلوی تصیبہ ومنہا انہ تاب من عامۃ ما انکروہ علیہ وانہ ابتلی ببلاء عظیم فکفر اللہ بہ خطایاہ وصبر حتی قتل شہیداً مظلوماً وھذا من اعظم ما یکفر اللہ بہ الخطایا۔ وکذلک علی رضی اللہ عنہ ما تنکرہ الخوارج وغیرھم علیہ غایتہ ان یکون ذنباً او خطاءً وکان قد حصلت لہ اسباب المغفرۃ من وجوہ کثیرۃ منہا سابقتہ وایمانہ وجہادہ وغیر ذلک من طاعتہ وشہادۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لہ بالجنۃ ومنہا انہ تاب من امور کثیرۃ انکرت علیہ وندم علیہا ومنہا انہ قتل مظلوماً شہیداً (منہاج السنۃ جلد سوم ص ۱۷۱)۔ اور جو کچھ حضرت عثمان رض کے بارے میں منقول ہے اس کے متعلق زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ گناہ ہے یا خطا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے کتنی وجہوں سے مغفرت کے اسباب پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے ان کا سابق الاسلام اور مومن ہونا اور جہاد کرنا وغیرہ نیکیاں ہیں اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے نہ صرف جنت کی شہادت دی ہے بلکہ ان کو اس موقع پر جنت کی بشارت سنائی ہے جبکہ ان کو بلوائیوں کی طرف سے مصیبت آئے گی اور اسبابِ مغفرت میں سے یہ بھی ہے کہ ان پر جن امور کی وجہ سے نکیر کی گئی تھی اس سے انہوں نے رجوع کر لیا اور نیز آپ کو ابتلائے عظیم پیش آیا اور آپ نے صبر کیا جس کی وجہ سے اللہ نے ان کی خطاؤں کو مٹا دیا اور یہی حال حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہے کہ خارجیوں وغیرہ نے ان پر نکیر کی اور اس کی نیابت بھی یہی ہے کہ وہ گناہ ہے یا خطا اور آپ کو بھی کتنی وجوہ سے اسبابِ مغفرت حاصل ہوئے ہیں جن میں سے ان کا سابق الاسلام اور مومن ہونا اور آپ کا جہاد کرنا اور آپ کی دوسری نیکیاں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لیے جنت کی شہادت دی اور اسبابِ مغفرت میں یہ بھی ہے کہ جن امور کی وجہ سے آپ پر نکیر کی گئی تھی ان میں سے زیادہ امور سے انہوں نے رجوع کر لیا اور ان پر ندامت ظاہر کی اور اسبابِ مغفرت میں سے یہ بھی ہے کہ آپ ظلماً قتل ہوئے اور آپ شہید ہیں۔ علامہ ابن تیمیہ کی منقولہ عبارت کی وجہ سے جناب درویش پر لازم ہے کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نہ صرف ندامت نامہ لکھ کر توبہ نامہ شائع کریں۔

حقیقت یہ ہے کہ علامہ ابن تیمیہ رافضی مصنف علامہ حلی کے مطاعن کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر بالفرض حضرت عثمان رض سے اور حضرت علی رض سے کوئی گناہ بھی سرزد ہوا ہے یا بعض امور میں خطا ہو گئی ہے تو ان کی مغفرت کے کئی اسباب پائے جاتے ہیں۔ ان حضرات کو جنت کی بشارت دی گئی ہے اور

ان کی حسنات اور ان کی شہادت بھی ان کی خطاؤں کا کفارہ بن سکتی ہے۔ اس لیے ان جنتی حضرات پر کسی طعن و تشنیع کی گنجائش نہیں۔

(۳) حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے جن بعض امور پر ندامت کا اظہار فرمایا ہے یہ ان کے ایمان و تقویٰ کے کامل ہونے کی علامت ہے کیونکہ وہ مقربان بارگاہ الوہیت تھے۔ حسب ضابطہ مقربان را بیش بود حیرانی وہ ادنیٰ سے ادنیٰ لغزش کو بھی بہت بڑا سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ امام ابن تیمیہؒ نے اس مذکورہ بحث میں یہ بھی لکھا ہے کہ:

وبالجملۃ لیس علینا ان نعرف ان کل واحد تاب ولکن نحن نعلم ان التوبۃ مشروعۃ لکل عبد للانبیاء ولمن دونہم وان اللہ سبحانہ یرفع عبدہ بالتوبۃ واذا ابتلاہ بما یتوب منہ فالمقصود کمال النہایۃ لا نقص البدایۃ فانہ تعالیٰ یحب التوابین ویحب المتطہرین الخ (ایضاً منہاج السنۃ ص ۱۸۰)

"اور حاصل کلام یہ ہے کہ ہم پر یہ لازم نہیں ہے کہ ہم یہ جانیں کہ ہر ایک نے توبہ کی ہے لیکن ہم یہ جانتے ہیں کہ توبہ ہر ایک بندہ کے لیے مشروع ہے انبیاء کے لیے بھی اور غیر انبیاء کے لیے بھی اور اللہ سبحانہ توبہ کی وجہ سے اپنے بندے کا رتبہ بلند کرتا ہے اور جب اپنے بندے کو ایسے امر میں مبتلا کرتا ہے جس کی وجہ سے وہ توبہ کرے تو اس سے مقصود انتہائی درجے کا کمال ہوتا ہے نہ کہ ابتدائی درجے کا ناقص ہونا کیونکہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اور پاک ہونے والوں سے بھی محبت کرتا ہے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ توبہ انبیائے کرام علیہم السلام کے لیے بھی مشروع ہے اور انہوں نے بھی توبہ کی ہے حالانکہ وہ معصوم ہیں تو حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے اگر بعض امور میں توبہ منقول ہے تو یہ ان کے کمال کی دلیل ہے نہ کہ نقص کی۔ قرآن حکیم میں انبیائے کرام علیہم السلام کی بھی توبہ مذکور ہے اور خصوصاً حضرت آدم علیہ السلام کے لیے جبکہ آپ کو اور حضرت حوا کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ لا تقربا ھذہ الشجرۃ فتکونا من الظالمین (سورۃ البقرہ آیت ۳۵) اور مت نزدیک جاؤ اس درخت کے پس ہو جاؤ گے ظالموں سے۔" (ترجمہ حضرت شاہ رفیع الدین صاحب دہلویؒ)۔ اور نہ نزدیک جائیو اس درخت کے ورنہ تم بھی ان ہی میں شمار ہو گے جو اپنا نقصان کر بیٹھتے ہیں۔" (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توبہ کے یہ کلمات قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ رب انی ظلمت نفسی فاغفرلی
اور حضرت یونس علیہ السلام نے ان کلمات کے ساتھ توبہ کی لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت
من الظٰلمین۔ کیا قاضی شمس الدین درویش ان انبیاء کرام کے مذکورہ کلمات کے پیش نظر اب حضرت آدم،
حضرت موسیٰ اور حضرت یونس علیہم السلام کا ظلمنا نہ شائع کریں گے۔ اگر وہ انبیاء کرام علیہم السلام کو معصوم
مانتے ہیں تو یہی کہیں گے کہ ان سے کسی قسم کا گناہ بھی نہیں ہوا بلکہ ان کی شانِ نبوت کے تحت لغزش کا صدور
ہوا ہے جس کو زلت کہا جاتا ہے جس میں ان کے ارادہ کا کوئی دخل نہیں بلکہ وہ خوف و خشیت خداوندی
کے پیش نظر ایک معمولی لغزش پر بھی بہت زیادہ ندامت کا اظہار کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام
کے متعلق حضرت مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں: بعد ازاں حاصل کرلئے آدم علیہ السلام نے اپنے
رب سے چند الفاظ (یعنی معذرت کے کلمات کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی سے حاصل ہوئے تھے حضرت
آدم علیہ السلام کی ندامت پر اللہ تعالیٰ کی رحمت متوجہ ہوئی اور خود ہی معذرت کے الفاظ تلقین فرما
دیے) تو اللہ تعالیٰ نے رحمت کے ساتھ توجہ فرمائی ان پر (یعنی توبہ قبول کرلی)

حضرت علیؓ کی ندامت

جب انبیاء علیہم السلام باوجود معصوم ہونے کے بھی اپنے کیے پر ندامت کا اظہار کرتے ہیں تو اگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ندامت
کا اظہار کر دیا تو وہ کیوں قابلِ گرفت ہیں حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے جب ان جنگوں کا انجام دیکھا
کہ فریقین کے ہزاروں افراد قتل ہوئے ہیں تو اس پر تاسف اور ندامت کا اظہار کیا کہ کاش ایسا نہ ہوتا
تو کون ایسا مسلمان ہے جو اس پر اظہارِ افسوس نہ کرے۔ علاوہ ازیں حضرت علی المرتضیٰ خطائے اجتہادی سے
محفوظ نہ تھے۔ چنانچہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

> لازم نیست کہ امیر در جمیع امور خلافیہ محقق باشند و مخالف ایشان برخطا۔ ہر چند
> در امر محاربہ حق بجانب امیر بود۔ (مکتوبات جلد دوم مکتوب نمبر ۳۶ طبع قدیم ص ۵۸)
>
> یہ لازم نہیں ہے کہ حضرت امیرؓ تمام اختلافی امور میں حق پر ہوں اور ان کے مخالف
> خطا پر۔ البتہ محاربہ (باہمی جنگ و قتال) میں حق و صواب حضرت امیر (علی المرتضیٰ) کی طرف تھا۔

اور اسی مکتوب میں مشاجرات صحابہؓ کے بارے میں تین موقف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔
لیکن جمہور اہل سنت بہ دلیلے کہ برایشان ظاہر شدہ باشد برآنند کہ حقیت در جانب امیر بود ولیکن مخالف

اور راہ خطا را بجو دہ لیکن ایں خطا بر ایشاں چوں اجتہادی است از ملامت وطعن دور است۔

"لیکن جمہور اہل سنت اس دلیل کی بنا پر جو ان پر ظاہر ہوئی ہے یہ مسلک رکھتے ہیں کہ حق حضرت امیر کی جانب تھا اور آپ کے مخالف خطا کے راستہ پر چلے لیکن چونکہ یہ اجتہادی خطا ہے اس لیے طعن وملامت سے دُور ہے"۔

اور زیر بحث مسئلہ ہی یہی ہے کہ جنگ جمل اور جنگ صفین میں کون فریق حق وصواب پر تھا اور کس سے خطائے اجتہادی کا صدور ہوا۔

توقف کا مسلک

قاضی درویش صاحب اسی سلسلے میں لکھتے ہیں: اس مفصل ندامت نامے نے چکوالی صاحب کے خود تراشیدہ تصورات اور تخیلات کو جو دہ سالہا سال سے تعبیر کر رہے تھے ایک جھٹکے میں زمین دوز کر کے رکھ دیا اور اس سے صاف واضح ہو گیا کہ آخر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ ان غیر جانبدار اصحاب کے موقف کو کتنا اچھا سمجھنے لگے تھے اور حضرت معاویہؓ کے وجود کو امت مسلمہ کے تحفظ کے لیے ضروری سمجھتے تھے۔ (نقیب ختم نبوت دسمبر ۱۹۹۰ء)

الجواب (۱) درویش صاحب جواب دیں کہ حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے مابین ہی جنگ ہوئی تھی اور غیر جانبدار صحابہؓ وہ تھے جنہوں نے کسی بھی ایک فریق کی مدد نہیں کی۔ تو حضرت علی المرتضیٰ کس کام میں غیر جانبدار رہ سکتے تھے۔ کیا وہ اپنی خلافت سے دست بردار ہو جاتے۔ حالانکہ آپ کی خلافت بھی پہلے تین خلفاء راشدین کی طرح قرآن کی چوتھی موعودہ خلافت راشدہ تھی۔ چنانچہ خود درویش صاحب نے بھی اپنے مکتوب محررہ ۲۰ مئی ۱۹۸۵ء میں لکھا ہے کہ:

ان چاروں خلفاء راشدین میں سے باتفاق صحابہ اور حضرت علیؓ کی خلافت باختلاف صحابہؓ آیت استخلاف وتمکین کی مصداق اول تھی الخ"

یہاں درویش صاحب نے حضرت علیؓ کی خلافت کو باختلاف صحابہ آیت استخلاف وتمکین کا مصداق قرار دیا۔ اس کی کیا ضرورت ہے۔ کیا جناب درویش یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت کو باقتضاء النص نہیں تسلیم کرتے تھے۔ اگر بعض صحابہؓ نے باوجود اقتضاء النص کے حضرت علیؓ کی خلافت کو تسلیم نہیں کیا تو پھر آپ باقتضاء النص حضرت علیؓ کی خلافت کو کیوں تسلیم کرتے ہیں۔ کیا آپ حضرت معاویہؓ کی تحقیق کو غلط سمجھتے ہیں ع لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا۔

(۲) درویش صاحب خود لکھ چکے ہیں کہ: حقیقت یہ ہے کہ ان مشاجرات میں حضرات صحابہ رض کے تین گروہ تھے۔ ایک گروہ تو بالکل غیر جانب دار تھا اس پر یہ واضح نہ تھا کہ حضرت علی رض حق پر ہیں یا حضرت معاویہ حق پر ہیں۔ اس لیے وہ کسی طرف بھی نہ تھا۔ دوسرا گروہ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کا تھا۔ ان کا اجتہاد اور اعتقاد یہ تھا کہ حق پر صرف حضرت علی رض ہیں اور حضرت معاویہ اور ان کے ساتھی قطعاً باغی ہیں جن کے ساتھ احقاق حق کے لیے لڑنا واجب ہے۔ تیسرا گروہ حضرت معاویہ اور ان کے ساتھیوں کا تھا۔ ان کا اعتقاد اور اجتہاد یہ تھا کہ حق پر صرف حضرت معاویہ رض ہیں اور مخالف گروہ (حضرت علی رض) باغی ہے اور اس کے ساتھ احقاق حق کے لیے لڑنا واجب ہے (نووی) اصل الفاظ یوں ہیں ..... بل اعتقد کل فریق انہ الحق ومخالفہ باغ۔ پھر امام نووی نے یہی بات زیادہ وضاحت سے ص ۲۷۲ جلد ۲ پر بھی لکھی ہے: پہلا گروہ جو بالکل غیر جانب دار تھا ان کا مسلک بیان کرتے ہوئے امام ابن حزم لکھتے ہیں:

وذھب سعد بن ابی وقاص وعبداللہ بن عمر وجمھور الصحابہ الی الوقوف فی علی واھل الجمل واھل الصفین وبہ یقول جمھور اھل السنۃ وابوبکر کیسان۔ (ترجمہ) حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبداللہ بن عمر رض اور صحابہ رض کی اکثریت کا یہی مسلک تھا کہ علی رض اور اہل جمل اور اہل صفین کے بارے میں خاموشی اختیار کی جائے یعنی کسی کو بھی برا یا غلط نہ کہا جائے اور جمہور اہل سنت اور ابوبکر بن کیسان کا بھی یہی مسلک ہے۔

دیکھئے اگرچہ امام ابن حزم کا اپنا یہ مسلک نہیں مگر وہ بھی اس حقیقت کے اعتراف پر مجبور ہیں کہ صحابہ کی اکثریت اور جمہور متقدمین اہل سنت کا مسلک یہی تھا کہ وہ ان مشاجرات میں توقف کے قائل تھے۔" (نقیب ختم نبوت جون ۱۹۹۰ء ص ۱۶–۱۷)

الجواب (۱) فرمائیں کہ اگر جمہور صحابہ رض کی اکثریت اور جمہور اہل سنت کا مسلک توقف کا ہے اور بقول آپ کے ابن حزم اس حقیقت کے اعتراف پر مجبور ہیں تو پھر انہوں نے خود یہ توقف کا مسلک کیوں نہیں اختیار کیا اور وہ مسلک اختیار کیا جو خلافِ حقیقت تھا۔

(۲) اگر آپ کے نزدیک صحابہ رض کی اکثریت اور جمہور اہل سنت کا یہ مسلک ہے کہ مشاجرات صحابہ رض

میں توقف اختیار کیا جائے تو آپ خود یہ مسلک کیوں نہیں اختیار کرتے اور اس کے برعکس آپ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ دونوں کی خطائے اجتہادی تسلیم کرتے ہیں۔ آخر یہ گڑبڑ کیسی ؟ کیا سینہ میں یہ مرض تو نہیں ہے کہ کسی نہ کسی پہلو سے حضرت علیؓ کی خلافت کو مجروح کیا جائے۔ اگر میں نے باتباع جمہور یہ لکھا ہے کہ ان مشاجرات میں حضرت علیؓ کا اجتہاد صحیح ہے اور حضرت امیر معاویہؓ سے اجتہادی خطا ہوئی ہے تو آپ سیخ پا ہوتے ہیں لیکن اگر میں بھی حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ حضرت علیؓ کی اجتہادی خطا بھی تسلیم کر لوں تو پھر آپ کو مجھ سے کوئی شکایت نہیں رہتی۔ آخر اس فرق کی وجہ کیا ہے ؟

(۴) امام نوویؒ کی عبارت سے آپ نے خود تسلیم کیا ہے کہ "ایک گروہ تو بالکل غیر جانبدار تھا۔ اس پر یہ واضح نہ تھا کہ حضرت علیؓ حق پر ہیں یا حضرت معاویہؓ حق پر ہیں اس لیے وہ کسی طرف بھی نہ تھا۔" تو اگر ان پر کوئی حقیقت کھل نہیں سکی اور تردّد میں رہے تو پھر اس تردد والے مسلک کو کیونکر صحیح اور حق پر تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ حق تو وہ ہوتا ہے جس میں شرح صدر ہو جائے۔ یہ بھی فرمائیں کہ ان کے نزدیک اگر ان دونوں میں سے کوئی بھی بالیقین حق پر نہ تھا تو کیا ان غیر جانبدار حضرات کے نزدیک صحابہ کرامؓ کے ان دو گروہوں میں سے کوئی خلافِ حق بھی ہو سکتا تھا۔ کیا اس سے شیعیت اور سبائیت کی تائید نہیں ہوتی جو بعض صحابہؓ کو حق پر سمجھتے ہیں اور بعض کو خلافِ حق پر سمجھ کر جواب دیں۔ حالانکہ میں نے واضح طور پر اپنی تصانیف میں لکھا ہے کہ دونوں فریق حق پر تھے۔ ان میں کوئی بھی باطل پر نہ تھا اور اجتہادی خطا حق کے دائرہ میں ہی ہوتی ہے حق کے خلاف نہیں ہوتی اور چونکہ مودودی صاحب حضرت امیر معاویہؓ کو باطل پر سمجھتے تھے اور اس لیے میں نے ان کا رد کرتے ہوئے بعنوان "حضرت معاویہؓ اور مودودی" یہ لکھا تھا کہ : حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ایک جلیل القدر صحابی ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سالے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے یہ دُعا فرمائی ہے کہ اللھم اجعلہ ھادیا مھدیا (ترمذی شریف) اے اللہ معاویہؓ کو ہدایت دینے والا اور ہدایت پانے والا بنا دے۔" اس میں حضرت معاویہؓ کی بہت بڑی فضیلت پائی جاتی ہے کیونکہ اول تو آپ صحابی ہیں اور پھر آپ کے لیے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصی جامع دُعا فرمائی ہے۔ علاوہ ازیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا آپ سے صلح کر لینا اور آپ کو اس وقت کی وسیع مملکت اسلامیہ کا خلیفہ تسلیم کر لینا اور پھر امام کربلا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا ۱۹ یا ۲۰ سال حضرت امیر معاویہؓ

کی خلافت کو تسلیم کیے رکھنا اور آپ کی طرف سے سالانہ وظیفہ قبول کر لینا حضرت معاویہؓ کی حقانیت اور خلافت حقہ کی ایک زبردست شہادت ہے الخ (مودودی مذہب پاکٹ سائز ص ۴۸)

(۲) شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ کی کتاب "مودودی عقائد اور دستور کی حقیقت" کے مقدمہ میں بندہ نے مودودی جرح و تنقید کے جواب میں لکھا ہے کہ: اگر حضرت معاویہؓ کا کردار یہی ہوتا تو حضرت امام حسنؓ آپ سے مصالحت نہ کرتے اور نہ ہی اس وقت کی ساری ملت اسلامیہ حضرت معاویہؓ کے پرچم تلے جمع ہوتی اور نہ حضرت حسنؓ دس سال تک حضرت معاویہؓ کو خلیفہ بنائے رکھتے اور نہ ہی حضرت حسین رضی اللہ عنہ ۱۹ یا ۲۰ سال تک بیت المال سے وظیفہ لے کر حضرت معاویہؓ کی خلافت کے سایہ میں اتنا طویل وقت گزارتے۔" (مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت مطبوعہ مکتبہ عثمانیہ ہرنولی ضلع میانوالی ص ۴۴) اور یہ عبارتیں میں نے "کشف خارجیت" ص ۲۶۹-۲۷۰ پر بھی درج کر دی ہیں۔

(۳) مولوی لعل شاہ صاحب بخاری نے اپنی ضخیم کتاب "استخلاف یزید" میں یزید کی آڑ میں حضرت معاویہؓ پر سخت تنقید کی تھی جس سے آپ کی عدالت اور آپ کی خلافت مجروح ہوتی تھی۔ اس لیے میں نے خارجی فتنہ حصہ اول ص ۴۲۴ تا ص ۴۳۶ میں شاہ صاحب مذکور (یعنی مولانا لعل شاہ بخاری سابق خطیب مدنی مسجد لائق علی چوک واہ کینٹ) کی کتاب کے بعض اقتباسات درج کر کے ان کا خلاف حق ہونا ثابت کیا۔ شاہ صاحب نے جمہور اہل سنت کے دوسرے قول کے تحت یہ لکھا تھا کہ: حضرت علیؓ حق پر تھے اور حضرت معاویہ باطل پر تھے یعنی خطاان کی عنادی تھی اور دورِ خلافتِ علیؓ میں وہ ملک جائز تھے۔" (استخلاف یزید ص ۱۸۰) اس کے جواب میں میں نے لکھا تھا کہ: "حضرت معاویہؓ کو حقیقتاً اہل باطل اور اہل جور وہی شخص کہہ سکتا ہے جو ان کو فقیہ اور مجتہد نہیں سمجھتا اور ان کے خلوص نیت میں شک کرتا ہے، لیکن جو شخص آپ کو مخلص اور فقیہ و مجتہد صحابی سمجھتا ہے وہ آپ کے اختلاف کو عنادی نہیں کہہ سکتا اور نہ ہی وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت کے زمانے میں وہ حقیقتاً غیر عادل تھے کیونکہ اجتہادی اختلاف میں عادل اور غیر عادل کا تقابل نہیں ہوتا۔" (خارجی فتنہ حصہ اول ص ۴۲۵)

(۴) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلوصِ نیت کے ثبوت میں میں نے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی یہ عبارت نقل کی ہے، محاربات کہ درمیان ایشاں واقع شدہ بر محامل نیک صرف باید کرد و از

ہوا و تعصب دور باید دانست زیرا کہ آں مخالفات مبنی بر اجتہاد و تاویل بودہ نہ بر ہوا و ہوس چنانکہ جمہور اہل سنت برانند (مکتوبات جلد اول مکتوب نمبر ۲۴۹) - صحابہ کرام رضہ کے درمیان جو جنگیں واقع ہوئی ہیں ان کو نیک نیتی پر محمول کرنا اور خواہش نفسانی اور تعصب سے دور رکھنا چاہیئے اس لیے کہ وہ مخالفتیں اجتہاد اور (شرعی) تاویل پر مبنی تھیں نہ کہ خواہش و ہوس نفسانی پر۔" (دفاع حضرت معاویہؓ ص ۲۰)

کتاب دفاع حضرت معاویہؓ اور درویش

مولانا لعل شاہ بخاری کے شاگرد مولوی مہر حسین شاہ بخاری نے اپنے استاذ کے دفاع میں ایک کتابچہ شائع کیا جس کا نام ہے "کھلی چٹھی بنام قاضی مظہر حسین"۔ اس چٹھی کے جواب میں بندہ نے کتاب "دفاع حضرت معاویہؓ" شائع کی اور مولانا قاضی شمس الدین صاحب درویش نے اس کتاب کے حق میں جو تقریظ مورخہ ۲۴-۵-۱۹۸۵ء لکھی ہے اس کا عکس ماہنامہ حق چاریارؓ اگست ستمبر ۱۹۹۰ء مضمون "مولانا قاضی شمس الدین درویش اور یزیدی ٹولہ" قسط دوم ص ۲۲ پر شائع کر دیا ہے جس کے بعض اقتباسات حسب ذیل ہیں: اردو زبان کی یہ کتاب لاجواب ہے جو ترجمان اہلسنت وکیل صحابہؓ خادم اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین الحاج حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم چشتی صابری (خلیفہ مجاز حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ) فاضل دیوبند کی تالیف ہے۔ حضرت قاضی صاحب مدظلہم نے اس رسالہ کھلی چٹھی کے جواب میں اور حضرت امیر معاویہؓ کی برأت میں یہ معرکۃ الآراء کتاب تصنیف فرما کر مسلمانانِ اہل سنت پر احسان عظیم فرمایا ہے الخ

علاوہ ازیں جناب درویش صاحب موصوف نے مکتوب محررہ ۸۵-۷-۱۴ میں یہ بھی لکھا ہے کہ: جناب کی کتاب "دفاع حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ" فقیر نے مولانا سندیلوی کو بھی بھیجی ہے اور ان سے اس پر تقریظ لکھنے کا بھی عرض کیا ہے - امید ہے کہ وہ خوشگوار تقریظ لکھیں گے.... مرسلہ رسالے اور دفاع حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ چیدہ چیدہ ذی علم محققین کو دی ہیں سب نے بھی پسند کی ہیں وللہ الحمد۔"

قارئین حضرات قاضی درویش صاحب کی اس تقریظ کو بھی بار بار پڑھیں اور پھر ان کے اس فتوی کو بھی ملحوظ رکھیں کہ: جب تک چکوالی صاحب صرف رفض کی تردید کرتے تھے ان کی سرگرمیوں سے فقیر کا دل بہت خوش ہوتا تھا اور فقیر ان کی کھل کر تعریف اور تائید کرتا تھا - پھر جب موصوف نے پینترا تبدیل کیا اور تحقیق کا کانٹا بدلا اور صرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی یک طرفہ خطا اور بغاوت پھیلانے کا سائی

دھندہ شروع کیا اور حضرت عمرو بن العاص اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم کو خطاکار، گناہگار اور حکم الٰہی کے نافرمان ثابت کرنا شروع کیا اور جعلی اور موضوع روایتوں سے کیا اور فسق یزید کو بھی موضوع روایتوں سے ثابت کرنے کے کتب لکھنے شروع کیے تو فقیر ٹکٹکی کر رہ گیا کہ یا خدا یہ وہی چکوالی ہیں یا دوسرے چکوالی۔

تو فقیر نے چکوالی صاحب کی ان حرکات کو رفض کی خوبصورت اور بہت لطیف تائید سمجھا تو اولاً اصلاح احوال کے لیے لمبا عرصہ جناب موصوف سے خط و کتابت شروع کی اور بہت کوشش کی کہ موصوف پہلے مسلک پر آجائیں مگر بے سود۔ جو آدمی بلاشرکت غیرے لاکھوں (موصوف نے اپنی طبع کردہ روداد کے مطابق اعتراف کیا ہے کہ ان کو امسال ۸۴۵۶۵۰ تقریباً ساڑھے آٹھ لاکھ روپے کی آمدن ہوئی ہے اور ان کے معزز کردہ اصولوں کے مطابق اس رقم کے متعلق وہ کسی کے سامنے جواب دہ نہیں) میں کھیلتا ہو اور کسی کے سامنے جواب دہ بھی نہ ہو وہ ایک فقیر بے نوا کی بات کب سنے —— آج بھی اگر چکوالی صاحب صرف تردید رفض کی طرف واپس چلے جائیں تو فقیر حسب سابق ان کا پانی بھرنے کے لیے تیار ہے ۔"

(لقیب ختم نبوت نومبر ۱۹۹۰ء ۔ ایک محترم عالم دین کے خط کے جواب میں کچھ وضاحتیں ص ۱۷-۱۸)

حقیقتِ حال

حقیقت یہ ہے کہ قاضی شمس الدین صاحب درویش نے اپنے خط میں حکمین کے متعلق خارجی فتنہ حصہ اول میں میری جس عبارت پر اعتراض کیا ہے اور میں نے حکمین کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی منقولہ یہ روایت پیش کی تھی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ۔ ضلا وضل من اتبعھما تو اس روایت کے متعلق قاضی درویش صاحب نے البدایہ والنہایہ جلد ششم اور جلد ہفتم کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حافظ ابن کثیر محدثؒ نے اس روایت کو موضوع قرار دیا ہے اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس وضوح حق کے بعد جناب یہ تین صفحات از ص۴۵۶ تا ص۴۵۸ سے رجوع فرمالیں اور اس کا اعلان رسالہ "حق چاریارؓ" میں کیا جا سکتا ہے اور دونوں صحابہؓ کی روح سے معافی مانگیں واللہ ولی التوفیق ۔ (قاضی شمس الدین)

کا میرے نام یہ خط ۶ نومبر ۱۹۸۹ء کا ہے ۔ اُن دنوں میں سخت بیمار تھا اس لیے جواب نہ دے سکا۔ حکمین کے متعلق میری زیر بحث عبارت کو بنیاد بنا کر یزیدی ٹولے نے پروپیگنڈے کا ایک طوفان کھڑا کیا ہے حالانکہ میں نے تو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی عبارت پیش کی ہے اور انہوں نے خود حضرات حکمین کے متعلق کے الفاظ ضلا وضل من اتبعھما کے متعلق یہ لکھا ہے کہ مراد از ضلا آنست کہ

خطا کردہ اند در اجتہاد خود۔ یعنی ضلا سے مراد یہ ہے کہ حضرات حکمین حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے اپنے فیصلہ میں اجتہادی خطا کی ہے۔ تو جب روایت سے بھی ان حضرات کی اجتہادی غلطی ثابت ہوتی ہے اور اجتہادی غلطی کوئی گناہ نہیں ہوتی بلکہ اس پر بھی ایک گونہ ثواب ملتا ہے تو پھر اس میں سبائیت کس راستے سے آجاتی ہے اور میں نے حکمین کے متعلق جو الفاظ لکھے ہیں وہ تو مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی کے جواب میں الزاماً ہیں اس لیے رجوع کرنے کی ضرورت ہی نہیں اور ان شاء اللہ زیر بحث مضمون کے آخر میں اس کا مفصل جواب دیا جائے گا۔

زیر بحث روایت

بے شک حافظ ابن کثیر محدثؒ نے حکمین کے متعلق منقولہ روایت کو مجروح قرار دیا۔ چنانچہ لکھتے ہیں: فانہ حدیث منکر ورفعہ موضوع واللہ اعلم۔ اذ لوکان ھذا معلوماً عند علی لم یوافق علی تحکیم الحکمین حتی لا یکون سبباً لاضلال الناس کما نطق بہ ھذا الحدیث۔ وآفۃ ھذا الحدیث ھو زکریا بن یحییٰ وھو الکندی الحمیری الاعمی قال ابن معین لیس بشیٔ (البدایۃ والنہایۃ جلد ۷، ص ۲۸۵) اور اس قسم کی عبارت البدایہ والنہایہ جلد ششم ص ۲۱۶ پر ہے) حافظ ابن کثیرؒ نے زکریا بن یحییٰ کے متعلق لیس بشیٔ کے جو الفاظ لکھے ہیں یہ الفاظ جرح کے ہیں جن کی وجہ سے راوی زکریا بن یحییٰ مجروح ہے لیکن ابن حجر عسقلانی محدث نے یہ بھی لکھا ہے کہ: قال عثمان الدارمی عن ابن معین لیس بہ بأس اور یہ بھی لکھا ہے قال احمد بن صالح المصری لیس بہ بأس (تہذیب التہذیب جلد ۳ ص ۳۳۳)۔ اس سے ثابت ہوا کہ بعض ائمہ حق نے اگر زکریا ابن یحییٰ پر جرح کی ہے تو بعض نے اس کی تعدیل بھی کی ہے اور خود ابن معین کا ایک قول بھی یہی ہے کہ لیس بہ بأس اور لیس بہ بأس کے الفاظ راوی کی تعدیل پر دلالت کرتے ہیں۔

چنانچہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری بانی جامعہ خیر المدارس ملتان نے خیر الاصول فی حدیث الرسول میں تعدیل کے الفاظ میں جہاں ثقہ وغیرہ الفاظ لکھے ہیں وہاں لا بأس بہ اور لیس بہ بأس کے الفاظ بھی لکھے ہیں اور قاضی شمس الدین صاحب دردلش کو غالباً معلوم ہوگا کہ کئی راوی ایسے ہیں کہ بعض ائمہ رجال ان کو ثقہ قرار دیتے ہیں اور بعض غیر ثقہ اور مجروح۔ حافظ ابن کثیرؒ کا بھی بلند علمی مقام ہے لیکن حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ بھی امام المحدثین ہیں۔ انہوں نے حکمین کے متعلق زیر بحث روایت کو قابل حجت قرار دیا ہے۔ گو پہلے مجھے معلوم نہیں تھا کہ حافظ ابن کثیرؒ نے اس روایت کو موضوع قرار دیا ہے لیکن (باقی ص ۵۲ پر)

ہمارے دین و ایماں کا سدا شاداب گلشن ہے

صحابہؓ کی محبّت سے ہمارا دل مزیّن ہے
صحابہؓ کے عمل سے چہرۂ اسلام روشن ہے

صحابہؓ کی رواداریؔ وخوش خلقی کے جوہر سے
قِوامِ دین پُر لطف و شفا بخش و ملیّن ہے

ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ کے مدحت سراؤں کا
بقولِ سیّدؐ الابرار جنّت میں نشیمن ہے

بہت ایسے بھی ہیں بدبخت اپنے ملک میں جن کو
بلا تنقیصِ اصحابِ نبیؐ جینا اجیرن ہے

ہمیشہ بارور رہتا ہے نخلِ آرزو اپنا
ہمارے دین و ایماں کا سدا شاداب گلشن ہے

جو یارانِؓ نبیؐ سے بُغض رکھتے ہیں سزا ان کی
فغان و نوحہ و سینہ زنی فریاد و شیون ہے

بھٹکنے اور بہک جانے کا مطلق ڈر نہیں ہم کو
ہمارے ہاتھ میں سرکارؐ کے یارؓ کا دامن ہے

صحابہؓ سے ہے اپنے عشق کا رشتہ بہت محکم
یہ توڑا جا نہیں سکتا بہت مضبوط بندھن ہے

کریں گے حشر میں بھی ماتم و نوحہ تبرّائی
درِ جنّت میں ان کے داخلے پر سخت قدغن ہے

صحابہؓ کے نقوشِ پا پہ چلتے جائیے سرورؔ
یہ سیدھا راستہ ہر خوف سے محفوظ و امین ہے

حنیف سرور [illegible]

قسط نمبر ۴

افادات : حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ
مرتب : ماسٹر منظور حسین عفی عنہٗ ساہیوال (سرگودھا)

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی حالت خوف

ایک مرتبہ حضرت حنظلہ صحابی رضی اللہ عنہٗ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ سے راستہ میں ملے۔ حضرت صدیق رضؓ نے پوچھا کیا حال ہے؟ فرمایا۔ نَافَقَ حَنْظَلَۃُ۔ حنظلہ منافق ہوگیا۔ پوچھا کیوں؟ قَالَ اِذْ کُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم کُنَّا عِنْدَہٗ کَاَنَّا نَرَی الْجَنَّۃَ وَالنَّارَ رُؤْیَۃَ عَیْنٍ وَاِذْ فَارَقْنَاہُ نَافَسْنَا الْاَمْوَالَ وَالْاَوْلَادَ قَالَ اَبُوْبَکْرٍ وَاَنَا کَذٰلِکَ یعنی فرمایا جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتے ہیں تو ہماری یہ حالت ہوتی ہے گویا جنت ونار کو اپنے سامنے دیکھ رہے ہیں پھر آپؐ سے جدا ہو کر اموال واولاد میں لگ جاتے ہیں اور یہ حالت نہیں رہتی" حضرت صدیق اکبر رضؓ نے فرمایا کہ میرا بھی یہی حال ہے۔ چلو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چل کر دریافت کریں۔

صحابہ رضؓ کی خشیت وشدت حرص کی کچھ حد ہے؟ کہ تغیر حالت کو بھی نفاق سمجھنے لگے۔ وہ چاہتے تھے کہ جو حالت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوتی ہے وہی حالت ہمیشہ رہے اور اس کے تغیر سے ان کو ضعفِ ایمان کا اندیشہ ہوتا تھا۔ آج ہماری حالت یہ ہے کہ تغیرِ احوال سے تو کیا اندیشہ ہوتا تغیرِ اعمال سے بھی اندیشہ نہیں ہوتا۔ کبھی جماعت فوت ہو جاتی ہے کبھی نماز قضا ہو جاتی ہے

کبھی غیبت و نگاہِ بد میں مبتلا ہیں اور اپنے کو صاحبِ نسبت اور صاحبِ کمال سمجھتے رہتے ہیں۔ ذرا اندیشہ نہیں ہوتا کہ یہ حالت کیسی ہے؟ سو بات یہ ہے کہ عشق میں کمی ہے۔ عشق کامل ہو تو بات بات میں اندیشہ اور خوف ہوتا ہے۔ (از وعظ "تحصیل المرام ص۳۶۷")

اب دونوں حضرات طبیبِ کامل سید الاطباء الروحانیین کے پاس پہنچے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ واللہ کُنْتُمْ بَعْدِی کَمَا تَکُوْنُوْنَ عِنْدِی تَصَافَحَتْکُمُ الملائکۃ علی الفرش ولکن یا حنظلہ ساعۃ ساعۃ (اوکما قال) "بخدا اگر تم میرے پیچھے بھی ویسے ہی رہو جیسے میرے سامنے ہوتے ہو تو تم سے فرشتے بستروں پر مصافحہ کیا کرتے لیکن اے حنظلہ ایک وقت اس طرح کا ہوتا ہے ایک وقت اس طرح کا۔"

ایک شبہ کا ازالہ

علماء قشیر پریشان ہو گئے۔ اوّل تو اُن کو نَافَقَ حنظلہ پر اشکال ہُوا کہ محض تفاوتِ حالت کو انہوں نے نفاق کیسے کہہ دیا؟ تو یہ سمجھے کہ یہاں نفاق سے حقیقی نفاق مُراد نہیں کیونکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ و حنظلہ رض ضرور یہ بات جانتے تھے کہ نفاق نام ہے ابطان الکفر و اظہار الایمان کا، اور جب ہم جانتے ہیں تو کیا وہ نہیں جانتے تھے؟ اور ظاہر ہے کہ اس حالت میں ابطان الکفر نہ تھا مگر مجازاً اس کو نفاق کہہ دیا اور اس کا منشاء یہ تھا کہ حالتِ حضور میں ایمان کامل معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس وقت عالم غیب رائے العین ہوتا ہے تو تصدیق بھی کامل ہوتی ہے اور حالتِ غیبت میں تصدیق کی یہ شان نہیں ہوتی صرف عقلی تصدیق ہوتی ہے جو علم کا درجہ ہے معائنہ و مشاہدہ کی سی کیفیت نہیں ہوتی۔ اس تفاوت کی وجہ سے وہ یہ سمجھے کہ ہمارا ایمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اور طرح کا ہوتا ہے پیچھے اور طرح کا ہوتا ہے۔ گویا کبھی کامل ہے کبھی ناقص ہے اور مطلوب ایمان کامل ہے تو جب اس میں نقص ہوگا وہ نفاق کے مشابہ ہوگا گو حقیقی نفاق نہ ہو۔ یہ تو نَافَقَ حَنْظَلَۃ کی تفسیر ہوئی۔

دوسرے شبہ کا ازالہ

اب سوال یہ ہے کہ حضرت حنظلہ رض نے اپنی حالت کے (نیچے) درجے کی سمجھ کر اس پر تاسف کا اظہار کیا تھا تو جواب میں کوئی تسلی کا مضمون ہونا چاہیے اور جو جواب حدیث میں مذکور ہے بظاہر وہ تسلی کے لیے کافی نہیں کیونکہ ساعۃ ساعۃ ہی پر تو انہیں تاسف ہے تو پھر یہ جواب وجہ تسلی کیونکر ہو سکتا ہے؟

میرے استاد حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رح نے اس کی حقیقت بیان فرمائی ہے کہ حکمت حق اس کو مقتضی ہے کہ ملکوت سے ناسوت میں نہ رہتا بلکہ ملکوت میں پہنچا دیا جاتا۔ اس کی تفصیل کا یہ وقت نہیں ہے۔ اجمالاً اتنا بتائے دیتا ہوں کہ باہم دو شخصوں میں مصافحہ جب ہوتا ہے عادتاً ایک عالم میں ہوتا ہے اور جس عالم میں ہم ہیں یہ محسوس ہے۔ اگر یہ مصافحہ یہاں ہو تو ملائکہ جب تک محسوس نہ ہوں عادتاً مصافحہ نہ ہوگا۔ اگر کوئی کہے کہ محسوس ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ یونہی مصافحہ کرتے؟ تو سمجھو، محسوس ہونے کے معنی مرئی یا مبصر کے نہیں ہیں۔ لمس بھی تو حواس میں ہے تو مصافحہ کم از کم بغیر لمس کے نہیں ہوتا۔ جو لوگ آنکھ سے معذور ہیں وہ بھی حواس کے حصہ دار ہیں گو لامسہ ہی سہی۔ بہر حال اس عالم میں مصافحہ ہونا عادتاً موقوف اس پر ہے کہ ملائکہ محسوس ہوں اور عادتاً ملائکہ صرف ملکوت میں محسوس ہوتے ہیں ناسوت میں محسوس نہیں ہوتے تو وہ مصافحہ اس طرح ہوتا کہ ہم ملکوت میں منتقل کر دیے جاتے۔ تو اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب کا حاصل یہ ہوا کہ اگر ایک ہی حالت پر قائم رہتے تو تم ملکوت میں منتقل کر دیے جاتے اور ایسا ہوتا تو تمہارے ناسوت میں رہنے کی جو حکمت تھی اس کا ابطال لازم آتا تو اس غیبت پر تاسف و قلق کرنا گویا اس ابطال حکمت کی تمنا کرنا ہے جو غیر محمود ہے تو اس ذہول و غیبت کی اجازت کا بڑا درجہ اس سے ثابت ہو گیا تو کتنی بڑی رحمت ہے۔　(از وعظ آثار العبادۃ)

(۲) حضرت حنظلہ رض کی حالت موجودہ ہی کامل تھی کیونکہ ہر چیز کا کمال جدا ہے۔ انسان کا کمال یہی ہے کہ اس میں بشریت کامل ہو جیسے روٹی کا کمال ہے کہ اس میں سیلان نہ ہو بلکہ رطوبت کم ہو جائے۔ سیلان پانی کا کمال ہے۔ اسی طرح حق تعالیٰ نے انسان کو جس حکمت کے لیے پیدا کیا ہے اس حکمت کا ظہور جس انسان سے ہو وہ تو انسان کامل ہے۔ وہی عالم ناسوت میں رکھا جائے گا اور جس میں ملکیت کا غلبہ ہو جائے وہ عالم ملکوت میں پہنچا دیا جائے گا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب کا حاصل یہ تھا کہ بشریت کا مقتضا یہی ہے جو تم کو پیش آیا ہے کہ کبھی حضور کامل ہے کبھی حضور ضروری۔ کیونکہ غیبت محضہ تو کاملین کو ہوا ہی نہیں کرتی اور حضرت حنظلہ رض کے قول نَافَسْنَا الْاَمْوَالَ وَالْاَوْلَادَ (مال اور اولاد میں لگ جاتے ہیں) سے غیبت محضہ کا ہو جانا مراد نہیں بلکہ اس درجہ کا حضور نہ رہنا مراد ہے جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوتا تھا۔۔۔۔ اگر تمہاری ہمیشہ وہی حالت رہے جو میرے

سامنے ہوتی ہے تو فرشتے تم سے مصافحہ کرتے یعنی تم میں ملکیت غالب ہو جاتی اور تم ملائکہ سے جا ملتے اور اس حالت میں تم انسان کامل نہ ہوتے لہٰذا حالتِ موجودہ ہی کامل ہے۔ یہ تقریر ہے حضرت مولانا یعقوب صاحب قدس سرہٗ کی واقعی آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے کیونکہ اگر یہ حالت جو حضرت حنظلہ رضؓ نے بیان فرمائی تھی ناقص حالت ہے تو اس سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نسبت نقص کا وہم بھی نہیں ہوسکتا اور اگر یہ نقص ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تکمیل کا طریق ارشاد فرماتے؟ لیکن آپؐ نے تو اس حالت کی تقریر فرمائی اور قصہ ہی ختم کر دیا اور فرمایا کہ یوں ہی ہونا چاہیئے۔ معلوم ہُوا کہ تغیّرِ حالت نقص نہیں اور کمال کے لیے حضور کا ہمیشہ یکساں ہونا لازم نہیں۔

(از وعظ تحصیل المرام بحوالہ ماہنامہ الابقاء دسمبر ۱۹۷۶ء صـ۱۷)

(۲) اور صوفیہ نے اس حکمت کو اس تقریر سے بھی واضح وسہل عنوان سے ظاہر کر دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں ؎ از دست ہجر یار شکایت نمی کنیم گر نیست غیبتے نہ دہد لذّتے حضور

(محبوب کی جدائی کی شکایت نہیں۔ اگر جدائی نہ ہوتی تو وصل میں لطف و لذّت نہ ہوتی یعنی جس طرح بدون پیاس کے پانی کی قدر نہیں اسی طرح غیبت ہی کی بدولت حضور کی لذّت ہے گو حضور کی حالت فی نفسہٖ افضل و اکمل ہے مگر حضور کی روح و لذّت غیبت پر موقوف ہے اس لیے اس عارض پر نظر کر کے حالتِ اکمل و اعلیٰ یہی ہے کہ کبھی غیبت ہو کبھی حضور ہو۔

(۴) اس کے علاوہ دوسری حکمت یہ ہے کہ انسان کا کمال یہ ہے کہ باوجود عدم تقاضا کے حق کی عبادت کرتا رہے۔

(۵) تیسرے یہ کہ حضور کے وقت معاصی کا تقاضا بھی نہیں ہوتا۔ اس لیے اگر اس وقت معاصی سے بچے تو کیا کمال ہے۔ وہ تو فرشتے بھی کرتے ہیں۔ انسان کا کمال یہی ہے کہ تقاضائے معصیت کے ساتھ معصیت سے بچے۔ پس اگر حضور دائمی ہوتا تو انسان گویا فرشتہ ہو جاتا انسان نہ رہتا اور جب آپ آپ نہ رہے تو آپ کا کمال ہی کیا ہُوا؟ غرض یہ کہ اگر یہ حالت غیبت نہ ہوتی تو آپ بھی فرشتہ بن جاتے حکمت مقتضی تھی انسان کو بنانے کی، اس لیے حکمت حق کا تقاضا دوسرے انسانوں کے بنانے کا ہرتا جو انسان بن کر کام کرتے تو آپ ہی کیوں نہ انسان رہیں اور خدا کو خبر کہ اس میں کیا کیا حکمتیں ہوں گی۔ یہ تو وہ ہیں جو ہم جیسے ضعفاء بھی سمجھ لیتے ہیں ورنہ حکمتیں تو غیر متناہی ہیں۔

(از وعظ "آثار العبادات صـ ۳۸۱")

اب سمجھ میں آ گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب کیسا تسلی بخش جواب ہے کہ یہی حالت قرین حکمت ہے کہ کبھی کچھ ہو کبھی کچھ ہو (ایضاً)

حضرت فاروق اعظمؓ کی خشیت اور خوف خداوندی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض خاص لوگوں کو (منافقین کے متعلق) مطلع فرما دیا تھا اور نام بنام بتا دیا تھا۔ چنانچہ حضرت حذیفہؓ کو ان کے نام بتلائے تھے۔ یہ صاحب سرؓ یعنی حضورؐ کے راز دار کہلاتے تھے۔ ان کو حضورؐ نے بتلا دیا تھا کہ فلاں فلاں شخص کا خاتمہ کفر پر ہونے والا ہے۔ گو یہ زبان سے اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں مگر دل میں ان کے اسلام نہیں ہے اور جس طرح حضورؐ نے عام طور سے اس کو ظاہر نہیں کیا تھا اسی طرح حضرت حذیفہؓ نے بھی اس کو راز میں رکھا اور کسی پر ظاہر نہیں کیا.... صحابہؓ کو یہ بات معلوم ہو گئی تھی کہ ان کو یہ بات معلوم ہے۔ اس وجہ سے حضرت عمرؓ کی عادت تھی کہ جب کوئی جنازہ آتا تو دیکھ لیتے کہ اس کے ساتھ حضرت حذیفہؓ بھی ہیں یا نہیں اگر حضرت حذیفہؓ نہ ہوتے تو حضرت عمرؓ بھی اس کی نماز میں شریک نہ ہوتے اس خیال سے کہ حضرت حذیفہؓ کا بدون عذر شریک نہ ہونا خالی از علت نہیں، معلوم ہوتا کہ یہ شخص بھی شاید ان ہی میں سے ہے جن کا خاتمہ ایمان پر ہونے والا نہ تھا۔

ایک شبہ اور حضرت عمرؓ کی خشیت دیکھئے کہ باوجودیکہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور ان کا تقویٰ، طہارت، علم سب کو معلوم ہے مگر خوف کی یہ حالت تھی کہ کبھی کبھی حضرت حذیفہؓ سے پوچھتے کہ سچ بتانا کہ میرا نام اُن میں تو نہیں لیا گیا جن کی نسبت منافق ہونے کی خبر دی گئی ہے؟

یہ حضرت عمرؓ کی خشیت تھی ورنہ یہ تھوڑا تھا کہ حضرت عمرؓ کو حدیث کے سچا ہونے میں کچھ شک تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کلام میں دس آدمیوں کو نام بنام جنت کی بشارت دی تھی ان میں حضرت عمرؓ بھی تھے تو حدیث نبوی میں یہ بشارت سُننے کے بعد ان کو اپنے ایمان پر کوئی شک تھوڑا

ہی ہو سکتا ہے پھر اس کی وجہ کیا تھی؟

اصل حقیقت اس کی حقیقت یہ ہے کہ جس کو حق تعالیٰ کی عظمت وقدرت منکشف ہوجاتی ہے وہ یہ تو بخوبی سمجھ جاتا ہے کہ وہاں وعدہ خلافی نہیں ہوسکتی۔ ایک ذرا سے بااختیار حاکم کے یہاں بھی ایسا نہیں ہوسکتا چہ جائیکہ احکم الحاکمین کے یہاں کہ جہاں کسی قسم کی روک ٹوک اور مجبوری ہے ہی نہیں۔ پھر وہاں وعدہ خلافی ہو تو کیوں ہو؟ مگر عظمت وقدرت پر نظر ہونے سے یہ خیال ہوسکتا ہے کہ اگر وہ وعدہ پورا نہ کریں تو کسی کا کیا اجارہ ہے۔ وعدہ کرنے سے قدرت سلب نہیں ہوگئی جیسا کہ وعدہ پورا کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں اسی طرح قدرت کو کام میں لانے سے بھی تو کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ یہ خیال ان کی جان کو گھلا دیتا ہے اور اس وقت جو آثار بھی خشیت کے ان پر ظاہر ہوں تو کچھ تعجب نہیں۔ حضرت عمرؓ جیسے کامل الایمان ہیں سب جانتے ہیں۔ ان کو حدیث کی بشارت میں کچھ شک ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ مگر وہی بات ہے کہ جس وقت خشیت کا غلبہ ہوتا ہے اور قدرت پر نظر ہوتی ہے تو بشارت کا خیال ہی نہیں رہتا۔ اہل حال تو اس کو سمجھ گئے ہوں گے مگر اہل قال کی سمجھ میں نہ آیا ہوگا کیونکہ ابھی طالب علمانہ اشکال کچھ باقی ہیں اور قواعد علمیہ پر یہ مضمون منطبق نہیں ہوا۔

دُوسرے شبہ کا ازالہ لیجئے میں ان کو بھی سمجھائے دیتا ہوں۔ سمجھ لیجئے کہ یہ بات مسلّم ہے کہ حق تعالیٰ کے وعدہ میں خلاف نہیں ہوسکتا۔ وعدے دو قسم کے ہیں۔ مقید اور مطلق۔ یعنی ایک تو وہ وعدہ ہوتا ہے جس میں بلا کسی قید کے کہہ دیا جاتا ہے کہ ہم یوں کریں گے تو اُس وقت اس بات پر ایمان لانا واجب ہے کہ وہ کام ویسا ہی ہوگا اور مقید کے یہ معنی ہیں کہ مثلاً یوں کہہ دیا جائے کہ یہ شخص فلانا عمل کرے گا تو اس کو جنت میں لے جائیں گے ظاہر ہے کہ اگر وہ قید پائی جائے گی یعنی وہ عمل کرے گا تو جنت اس کو ضرور ملے گی ورنہ نہیں۔ یہاں تک مضمون بالکل قواعد مشہورہ پر منطبق ہے مگر یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ وعدہ مقیدہ کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جس میں قید ظاہر بھی کردی گئی ہو اور ایک وہ جس میں قید ظاہر نہ کی گئی ہو بلکہ حق تعالیٰ نے اپنے علم میں رکھی ہو۔ غرض بعض مقید بصورت اطلاق ہوتا ہے۔ تو اب حضرت عمرؓ کے خوف کی وجہ یہ تھی کہ مجھ سے وعدہ کیا گیا ہے کہ تم جنت میں جاؤ گے لیکن ممکن ہے کہ یہ وعدہ کسی قید کے ساتھ مقید ہو اور اس قید کو ظاہر نہ کیا گیا ہو بلکہ حق تعالیٰ نے اپنے علم میں رکھی ہو اور ممکن ہے کہ مجھ سے اس قید کا وجود نہ ہو تو اس صورت

میں باوجود وعدے کے بھی خوف ہو سکتا ہے ... اور ہونا چاہیئے ۔اسی واسطے یہ دُعا سکھلائی گئی ہے ۔ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ۔ جس کا ترجمہ ہے کہ " اے اللہ ! جن باتوں کا آپ نے رسولوں کی زبانی ہم سے وعدہ کیا ہے وہ ہم کو دیجیا اور ہم کو قیامت کے دن رسوا نہ کرنا "۔

اس میں ظاہراً یہ اشکال ہے کہ جس چیز کا وعدہ کیا گیا اس میں خلاف تو ہو ہی نہیں سکتا پھر اس کے مانگنے کی کیا ضرورت ہے ؟ جس سے وہم ہوتا ہے کیا وعدہ پورا ہونے پر ایمان نہیں ؟ اور یہ دُعا خود حق تعالیٰ نے تعلیم فرمائی ہے تو یہ کیا بات ہے ؟

اس کی وجہ علماء نے یہی لکھی ہے کہ جس قید کے ساتھ وعدے کیے گئے ہیں ممکن ہے کہ وہ قید ہم میں باقی رہے یا نہ رہے اور ہم محلِ وعدہ رہیں یا نہ رہیں ۔ خدانخواستہ حالت ایسی متغیر ہو جائے کہ ہم اس وعدہ کے مصداق ہی نہ رہیں ۔ مثلاً وعدہ کیا گیا ہے کہ جو کوئی ایمان لائے گا اور عمل صالح کرے گا تو اس کو جنت ملے گی ۔ اس میں وعدہ ہے جنت کا مگر مقید ہے بقاء ایمان اور عمل صالح کے ساتھ فرض کر لیجئے ہم میں اس وقت ایمان بھی ہے اور عمل صالح بھی ہے اور اس وقت ہم اس وعدہ کے مصداق ہیں لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ خاتمہ کے وقت یہ حالت نہ رہے اور اس وعدہ کے مصداق نہ رہیں تو وعدہ بھی سچا رہا اور موعود ظاہری کے خلاف کا وقوع میں آنا بھی ممکن ہو گیا کیونکہ وہ حقیقتاً موعود ہی نہ تھا ۔ اس واسطے سوال کیا جاتا ہے ۔ اب اس آیت پر وہ اشکال نہ رہا کہ جس چیز کا وعدہ ہے اس کا سوال کیوں کیا جاتا ہے ۔

حاصل جواب کا یہ ہوا کہ سوال اس بات کا کیا جاتا ہے کہ حق تعالیٰ ہمارے اندر ان قیود کو پیدا کر دیں اور باقی رکھیں جن کے ساتھ وہ وعدہ مقید ہے تو اٰتنا ما وعدتنا علی رسلك ولا تخزنا یوم القیٰمة کا حاصل یہ ہوا کہ ہم کو ان لوگوں میں سے کر دیجئے جو اس وعدہ کے مصداق ہیں ۔

غرض وعدہ سچا ہے لیکن کبھی کبھی واقع میں وہ وعدہ مقید ہوتا ہے اور یہ کچھ ضرور نہیں کہ وہ قید ہم کو تبلا بھی دی جائے ۔ یہ بات اس قدر خوف کی ہے کہ جس کے کان میں ایک دفعہ پڑ گئی ہو اس کو کبھی چین نہیں آسکتا ۔ یہ تقریر اہل قال کے فہم کے لائق بھی ہو گئی ۔ باقی اہل حال کی تو وہی حالت ہے جو پہلے عرض کی گئی کہ اگر ان کو یہ بھی معلوم ہو چکا ہو کہ میں اس وعدے کا مصداق ہوں تب بھی چین نہیں آتا کیونکہ یہ بات ہی ایسی ہولناک ہے کہ جس وقت اس کی طرف خیال چلا جائے تو اور سب خیال محو کر دیتا

ہے تو اعتقاد وعدہ کا زائل نہیں ہوتا لیکن اس کا استحضار نہیں ہوتا۔

مثال: اس کی ایسی مثال ہے کہ شیر خوفناک چیز ہے۔ فرض کیجئے کہ وہ ایک بہت مضبوط لوہے کے کٹہرے میں بند ہو اور اس حالت میں ایک شخص اس کے سامنے کھڑا ہو اور وہ شیر کٹہرے کے اندر سے اس پر آنکھیں نکالے اور حملہ کرے تو اس شخص کی حالت کیا ہوگی۔ وہ اطمینان سے کھڑا رہے گا؟ ہرگز نہیں۔ رنگ زرد پڑ جائے گا اور کانپنے لگے گا اور دل دھک دھک کرنے لگے گا حالانکہ ظاہر میں اس کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ معلوم ہے کہ شیر کٹہرے سے باہر نہیں آسکتا اور اس کو ذرا بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ پھر یہ حالت اس کی کیوں ہوتی ہے؟ اس کی وجہ یہی ہے کہ شیر کے واسطے ہیبت لازم ہے۔ جس وقت شیر کا سامنا ہوتا ہے ہیبت سے دوسرے تمام خیالات اس وقت محو ہو جاتے ہیں اور یہ یاد نہیں رہتا کہ میرے اور شیر کے درمیان کٹہرا حائل ہے۔ یہی حالت ہے حق تعالیٰ کی عظمت اور قہر کی کہ جس کے سامنے وہ ہوتا ہے اس سے دوسرے خیالات بالکل محو ہو جاتے ہیں۔

یہ وجہ ہے حضرت عمرؓ کے ڈرنے کی، حالانکہ اطمینان تھا کہ عشرہ مبشرہ میں سے ہوں مگر قہرِ خداوندی ایسی ہولناک اور ہیبت ناک چیز ہے کہ جس وقت اس کا خیال آتا تھا تو اور تمام خیالات ہٹ جاتے تھے۔ جس وقت حضرت عمرؓ پر اس کا انکشاف ہوتا تو ڈرتے اور حضرت حذیفہؓ سے پوچھتے تھے کہ میرا نام تو حضورؐ نے منافقین میں نہیں لیا؟ وہ اطمینان دلاتے تو تسلی ہو جاتی۔ پھر کبھی خشیت کا غلبہ ہوتا تو پھر اسی طرح پوچھتے، پھر وہ اطمینان دلاتے تو تسلی ہو جاتی۔ غرض یہی الٹ پلٹ رہتی۔ الحمد للہ اس وقت اس کی وجہ اس طرح بیان کر دی گئی ہے کہ کوئی بھی علمی اشکال نہیں رہا۔ باقی پورا انکشاف اور حل اشکالوں کا اس وقت ہو سکتا ہے جبکہ ہم بھی اپنے اندر خوف اور خشیت پیدا کر لیں۔ اہلِ حال کی حالت بدون حال پیدا کیے پوری طرح سمجھ میں آ نہیں سکتی۔

(از وعظ الاسلام الحقیقی ص۸ تا ص۱۰)

(۲) (حضرت عمرؓ) کو جناب باری تعالیٰ سے محبت و عشق تھا اور محبت و عشق کا خاصہ ہے کہ بہت دُور دُور کے وسوسے آیا کرتے ہیں (ع عشق است و ہزار بدگمانی) ایسا نہ ہو کہ فلاں بات سے میرا محبوب مجھ سے خفا ہو یا فلاں بات اس کو ناپسند ہو اس لیے حضرت عمرؓ پوچھتے تھے (از وعظ "الظلم ص۹") (۳) بزرگوں کو ناز پسند نہیں نیاز پسند ہے حضرت عمرؓ پر اسقدر نیاز کا غلبہ تھا کہ باوجود "عمر فی الجنۃ" کے حضرت عمرؓ حضرت حذیفہؓ سے پوچھتے ہیں۔ (از وعظ "روح الصیام ص۲۵")

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ

تھے مقبولِ خدائے پاک مولانا حسین احمد
خطیب و قائدِ بے باک مولانا حسین احمد
خدا کے خوف سے غمناک مولانا حسین احمد
غمِ ملّت سے سینہ چاک مولانا حسین احمد
بچشمِ کفر ہیبت ناک مولانا حسین احمد

بزرگوں اور استادوں کی خدمت میں رہے دائم
تھے شیخ الہند محمود الحسن کے باوفا خادم
شہِ گنگوہ سے رشتہ مریدی کا کیا قائم
بنے یوں مرشدِ روشن ضمیر و باعمل عالم
ہمیشہ کے لیے تبلیغ کر لی نفس پر لازم

دیا درسِ کلام اللہ مدت تک مدینے میں
بھری تھی عشقِ محبوبِ خدا کی آگ سینے میں
درِ محبوب سے ہٹ کر نہ دیکھا لطف جینے میں
نہیں ملتا محبت کا گہر شاہی خزینے میں
عجب لذت ہے عشقِ مصطفےٰؐ کے جام پینے میں

بحکمِ شیخ گنگوہیؒ دیارِ پاک سے آئے
بڑے انعام روحانی جنابِ شیخ سے پائے
انہی کی پھر ہدایت پر مدینے میں چلے آئے
یہاں تدریسِ تفسیر و فقہ کے پھول برسائے
رہے اللہ کی رحمت کے سائے آپ پر چھائے

نہ چھوڑا ساتھ شیخ الہندؒ کا دورِ اسیری میں
رہے سایہ کی مانند آپ کے ہمراہ پیری میں
اضافہ آئے دن ہوتا رہا روشن ضمیری میں
ہمیشہ میہمانوں کی تواضع کی فقیری میں
کسر کوئی نہ چھوڑی بے کسوں کی دستگیری میں

جب آئے مالٹا کی جیل سے دونوں رہا ہو کر
تو شیخ الہندؒ کا پیری نے جینا کر دیا دوبھر
بالآخر شیخؒ نے باندھا جہاں سے کوچ کا بستر
پڑا بے حد بُرا اس کا اثر حضرتؒ کی صحت پر
ملالِ رحلتِ استاذ سے رہتے ملول اکثر

ستم کی جب کبھی کفار نے برپا قیامت کی
مسلمانانِ ہندوستان کی کُھل کر حمایت کی
ہر آڑے وقت کی ہر موڑ پر اُن کی قیادت کی
ہمیشہ زندگی میں بات کی حق و صداقت کی

ظلامِ ہند میں تھامے رہے مشعل ہدایت کی

رہے جمعیۃ العلماء کے صدرِ محترم برسوں
دکھایا عظمتِ دیں کے لیے زورِ قلم برسوں
کیے برداشت ملت کے لیے رنج والم برسوں
بہم و جنگِ آزادی کے لہرائے علَم برسوں

اسیری میں سہے انگریز کے ظلم وستم برسوں

برائے خدمتِ دینِ الٰہی دیوبند آئے
کسی افتاد میں زنہار چکرائے نہ گھبرائے
کبھی حق بات کے اظہار سے جھجکے نہ شرمائے
بطورِ وفد پہنچے جس جگہ بگڑی بنا آئے

خلوص و علم میں سرور حریفوں پر رہے چھائے
بالآخر آپ بھی دنیا سے رخصت ہو گئے ہائے

سرور میواتی

بقیہ　　اداریہ

اور غیر اسلامی تہذیب و ثقافت اور فرنگی کافرانہ رسوم کو مٹانے کی کوشش کرتے اور ذاتی اقتدار کی ہوس سے بالا ہو کر اپنے خالق و رب کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرتے تو پاکستان صحیح معنوں میں پاکستان بن سکتا تھا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

خادم اہلسنت　مظہر حسین غفرلہ

۲ شوال ۱۴۱۱ھ

عید الفطر کے عظیم اجتماع میں

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین مدظلہ کا خطاب

(خادم اہل سنت حافظ عبدالوحید الحنفی)

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب امیر تحریک خدام اہلِ سنت پاکستان ۸ رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ مطابق ۲۵ مارچ ۱۹۹۱ء کو زیارت حرمین شریفین اور عمرہ کی ادائیگی کے لیے سعودی عرب تشریف لے گئے۔ ۲۶ رمضان المبارک بروز جمعۃ الوداع واپس تشریف لائے اور مدنی جامع مسجد چکوال میں حسب سابق غزوہ بدر پر خطاب کیا۔

مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدینہ منورہ میں تھے کہ ملک میں شریعت بل اسمبلی میں پیش کیا گیا۔ بتاریخ یکم شوال ۱۴۱۱ھ (مطابق ۱۶ اپریل ۱۹۹۱ء) نماز عید الفطر گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج کے ھوسٹل کے گراؤنڈ میں پڑھائی نماز سے پہلے سنی مسلمانوں کے ایک بڑے اجتماع سے خطاب کیا۔ تقریر میں خصوصیت سے شریعت پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ تقریر کے اہم اقتباسات حسب ذیل ھیں۔

بعد خطبہ مسنونہ ابتدائی تمہیدی کلمات کے بعد ارشاد فرمایا:۔

یہ دَورِ زوال ہے۔ زوال کا یہ معنی نہیں کہ ہم زوال کا مقابلہ نہ کریں اور زوال سے نہ نکلیں۔ اس لیے میں ہر عید کے موقع پر کچھ گزارشات آپ کے سامنے، سُنی مسلمانوں کے سامنے پیش کیا کرتا ہوں تاکہ آپ اپنی زندگی کا اپنے دین کا مقصد سمجھیں اور رمضان شریف کی برکات سے اس کے بعد بھی فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔ تو وہ پیغام یہی ہے کہ جس طرح نمازِ فرض کی ادائیگی رمضان میں آپ لوگوں نے کی ہے فرض نماز نہ چھوڑیں۔ قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہے ہیں جو خوش نصیب وہ قرآن مجید کی تلاوت کو بھی جاری

رکھیں کیونکہ یہ صرف رمضان میں عبادت نہیں ہے بلکہ ساری زندگی کے شب و روز میں یہ اللہ کی عبادت ہے۔ ذکر اور درود شریف کا وظیفہ اگر رمضان شریف میں کیا گیا ہے اور زیادہ کیا گیا ہے تو اس کو بھی جاری رکھیں۔ کیونکہ رمضان تو ایک تربیتی مہینہ ہے اور اس تربیتی مہینہ سے ہم نے فائدہ اٹھانا ہے۔ یہ نہیں کہ عید پہ پٹاخے کھل جائیں، سینما کھل جائیں، خرافات بڑھ جائیں اور ایسا نہ ہو کہ جو نوجوان نماز پڑھتے اور روزہ رکھتے رہے وہ سب چیز عید کے دن برباد کر دیں۔ بچوں کو بھی سنبھالیں۔ یہ ساری زندگی کا دین ہے آخری سانس تک اللہ کا ذکر کرتے رہیں۔

میں نے عرض کیا ہے کہ اصل میں کسی قوم کی جماعتی مضبوطی، جماعتی قوت اور اس کا اجتماعی نظام، نظم و ضبط یہ ایسی چیزیں ہیں کہ جس سے اس قوم کا مقصد پورا ہوتا ہے اور وہ قوم اپنے مشن میں دوسری اقوام پر غالب آ جاتی ہے۔ ہم تعداد میں زیادہ ہیں لیکن مقصد میں ہماری محنت نہیں۔ ہم اکٹھے عید پر ہو بھی جائیں تو دل اکٹھے نہیں ہوتے۔ ہمارے مقاصد میں یکسوئی نہیں ہوتی۔ کاروبار کریں جو حلال ہے لیکن دین کے مقصد میں یکسو ہو جائیں۔

ایک اور بات جس کی اہمیت روز بروز کم ہو رہی ہے وہ یہ ہے کہ ہم سنی مسلمان ہیں۔ ہم اپنے آپ کو اہل السنت والجماعت کہتے ہیں اور یہ ہمارا ایک امتیازی اہلِ حق کا نشان ہے۔ اس لیے کہ اسلام کے نام پر کئی پارٹیاں، کئی فرقے بن گئے، کئی گروہ بن گئے، کئی ٹولے بن گئے۔ اب کس اسلام کی ہم نمائندگی کریں، تبلیغ کریں، کس اسلام پر عمل کریں۔ اسلام تو کئی قسم کے دنیا میں رائج ہو گئے۔ پاکستان میں رائج ہو گئے۔ اگر ہم نے دیانت داری سے اللہ کے دین اسلام پر ایمان رکھنا ہے اور اس پر عمل کرنا ہے تو پھر یہ دیکھنا ہو گا سمجھنا ہو گا کہ وہ اسلام کس راستے سے ہمیں ملا ہے اور کس راستے سے ہمیں مل سکتا ہے۔

ایسا نہ ہو کہ نام تو ہم اسلام کا لیں لیکن عقیدہ ہم اسلام کے خلاف رکھیں اور راستہ بھی ہم اسلام کے خلاف اختیار کریں تو اس طرح اسلام کی منزل تک تو آپ نہیں پہنچ سکتے۔ ہمیشہ میں سمجھاتا ہوں۔ میں کیا سمجھاتا ہوں کتاب و سنت کے اصول سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ یہ اہل السنت والجماعت کا جو عنوان ہے یہ الہامی عنوان ہے اور حقیقی اسلام کی حدود کو اور راہ جنت کو یہ عنوان متعین کرتا ہے، حد بندی کرتا ہے کہ اگر جنت کے راستہ پر چلنا ہے تو اس اسلام کو مانو جس میں یہ دو بڑی عظیم نشانیاں ہیں۔ صرف اسلام کے نعرے کو اور اسلام کے لفظ کو ماننا کار آمد اور مفید نہیں ہے۔ شیر کی تصویر شیر نہیں ہوتا۔ شیر کا لفظ لکھ دینا یہ شیر

نہیں ہے۔ حقیقی شیر اور ہوتا ہے۔ اس لیے اسلام کا لفظ لکھنا یا اسلام کا لفظ بولنا یہ اصل اسلام نہیں۔ اصل اسلام کے لیے دو نشانیاں خود سرکار دو عالم رحمۃ للعالمین خاتم النبیین شفیع المذنبین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہیں۔ قرآن کی تشریح، قرآن کی تفسیر اور مطلب بیان کرنے والے بھی رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن پر قرآن نازل ہوا۔ قرآن پر عمل بتانے والے بھی حضورؐ ہیں جن پر قرآن نازل ہوا۔ اصل تو قرآن ہی ہے لیکن قرآن حضورؐ کی سنت سے حضورؐ کے ارشاد سے حضورؐ کے عمل سے ملتا ہے اور حضورؐ کا ارشادات حضورؐ کے عمل، حضورؐ کی اداؤں کا نام شریعت میں سنتِ رسول ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) جہاں سنت کا لفظ بولا جاتا ہے اس سے مراد سرورِ کائنات محبوبِ خدا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ عمل ہے، طرزِ زندگی ہے اسوۂ حسنہ ہے۔ تو جب ہم نے کہا کہ ہم اہلسنت ہیں تو ہم نے اس اسلام کی نشاندہی کر دی جو حضورؐ سے ملا ہے اور کوئی مسلمان یہ کہہ نہیں سکتا کہ میں اس اسلام کو لوں گا کہ جو حضورؐ کے علاوہ ہے کیونکہ حضورؐ کے علاوہ تو کفر ہے

سنتِ رسولؐ یہ ایک نشان ہے صراطِ مستقیم کا، راہِ جنت کا اور قرآن پر ایمان لانے کا۔ دوسری نشانی والجماعت کی جو ہم کہتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی تبلیغ فرمائی اور قرآن پر عمل کر کے دکھایا۔ ایک قرآنی نظام قائم فرمایا۔ مومنین کی جماعت حضورؐ کے فیضان سے عالم وجود میں آئی۔ گویا وہ حضورؐ کی تربیت اور حضورؐ کے فیضان کا ایک ثمرہ پھل تھا۔ انہوں نے سب کچھ حضورؐ سے سنا اور دیکھا تو اس کا نام ہے جماعتِ صحابہ، جماعتِ رسولؐ۔ تو والجماعت سے گویا اسلام حقیقی کا دوسرا بڑا اہم نشان ظاہر کرتے ہیں کہ ہم حضورؐ کی سنت کو بھی حضورؐ کی جماعت سے لیتے ہیں۔ یہ نہیں کہ نام ہم لیں سنت کا اور وہ حضورؐ کی سنت نہ ہو۔ صحابہؓ کے خلاف ہو۔ جو صحابہؓ کے خلاف ہے وہ حضور کا طریقہ نہیں ہے۔

کیونکہ صحابہؓ نے حضورؐ کا طریقہ حاصل کیا۔ جو صحابہؓ سے صراطِ مستقیم راہِ جنت لیا جائے گا وہ حضورؐ کی سنت کا راستہ اور کتاب اللہ کا راستہ ہوگا اور جماعتِ صحابہؓ کی نشاندہی کے بغیر کتاب و سنت کے الفاظ بے معنی ہوتے ہیں۔ یہ سمجھ لو! ہمیشہ یہ سمجھاتا ہوں۔ اب ہم نے نمازِ عید جو پڑھنی ہے یا خطبہ پڑھنا ہے یہ نمازِ عید دو رکعتیں کس نے پڑھائیں۔ کہاں سے ہمیں ملیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھیں۔ ہم چار نہیں پڑھتے تین نہیں پڑھتے۔ چھ نہیں پڑھتے کیونکہ رحمۃ للعالمینؐ نے نمازِ عید الفطر یا نمازِ عید الاضحیٰ کی دو رکعتیں جماعت سے پڑھیں۔ لیکن ہم تو اس زمانے میں تھے نہیں۔ وہ تو صحابہؓ نے حضورؐ کے پیچھے نماز

پڑھی ہے۔ تو ہم جماعتِ صحابہؓ کو مانتے ہیں کہ ان سے نمازِ عید کا جو سلسلہ چلا ہے وہ اصل میں حضورؐ کی نمازِ عید ہے اور آج تک مسلسل ہر جگہ اہل السنت والجماعت میں دو رکعت نمازِ عید پڑھتے ہیں۔ تو نمازِ عید پڑھنے میں بھی ہم صحابہ کرامؓ کے محتاج ہیں۔ صحابہؓ حضورؐ کے محتاج ہم صحابہؓ کے محتاج۔ تو علماء خطبہ پڑھیں گے جمعہ کا خطبہ پہلے پڑھتے ہیں نماز بعد میں پڑھتے ہیں۔ عید کی نماز پہلے پڑھتے ہیں خطبہ بعد میں پڑھتے ہیں۔ یہ ہمیں تربیت کہاں سے ملی؟ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کی نماز کے بعد خطبہ دیا ہے حضورؐ سے سیکھ کر صحابہ کرامؓ نے بھی عید کی نماز کے بعد خطبہ دیا ہے اور آج تک صحابہؓ کی پیروی میں ہر سُنی عالم خطبہ نمازِ عید کا نمازِ عید سے پہلے نہیں دے گا، نماز کے بعد دے گا۔

اب اندازہ فرمائیں کہ جب نمازِ عید ادا کرنے میں، نمازِ جمعہ ادا کرنے میں ہم جماعتِ صحابہؓ کے محتاج ہیں تو اسلامی نظامِ حکومت کے نفاذ میں صحابہ کرامؓ کے ہم کیونکر محتاج نہیں ہو سکتے... نعرے.... بات ایک ہی ہے نماز صحابہؓ کے مطابق پڑھیں گے۔ بلکہ صحابہ کرامؓ کے مطابق پڑھیں گے۔ اذان صحابہؓ کے مطابق دیں گے، جیسی تراویح صحابہ خلفائے راشدین کے مطابق پڑھیں گے لیکن جب اسلامی قانون کی نوبت آئے گی اور اسلامی قانون، اسلامی نظامِ حکومت کا مسئلہ ہوگا تو ساری قوم صحابہ کرامؓ کو چھوڑ دے گی الا ماشاء اللہ۔ یہ بات ہے یا نہیں؟ ایک بات سمجھو! ہر عبادت میں صحابہؓ کی پیروی ہر عالم، ہر پیر ہر شیخ کرتا ہے لیکن جب اجتماعی ملکی نظام حکومتی نظام کی بات آتی ہے کہ پاکستان میں اسلام کا قانون نافذ ہونا چاہیئے تو پھر صحابہؓ کا نام لینا بھی چھوڑ دیتے ہیں۔

ساری انفرادی عبادتوں میں تو ہم صحابہ کرامؓ کے محتاج۔ لیکن ساری عبادت ملک کے نظام میں ہم سمجھتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کا نام لینے کی ضرورت نہیں۔ تو وہ اسلامی نظام لاؤ گے کہاں سے؟ تمہیں وہ ملے گا کہاں سے؟ دوسروں کی بات نہیں کرتا جو صحابہ کرامؓ کے منکر ہیں جو خلافت راشدہ کے منکر ہیں وہ تو منکر ہیں، بات تو کر رہا ہوں اہل السنت والجماعت کے حکمرانوں سے اور سیاست دانوں سے کہ ساری عبادتیں اور نمازیں عید وغیرہ سب تم صحابہؓ کے مطابق پڑھتے ہو اور یہ سمجھتے ہو کہ حضورؐ سے صحابہ کرامؓ نے سیکھی ہیں۔ لیکن جب پاکستان میں آئین کا اسلامی نظام کا مرحلہ آتا ہے تو پھر سیاست دانوں کی زبانیں گونگی ہو جاتی ہیں۔ حکومت کی زبان گونگی ہو جاتی ہے۔ کبھی آپ نے سنا ہے قومی اسمبلی میں کسی وزیر نے، وزیر اعظم نے، صدر پاکستان نے، قومی اسمبلی کے کسی ممبران نے واضح طور پر یہ بات اٹھائی

ہو کر ہم پاکستان میں اسلامی نظام حکومت بنائیں گے حضرت صدیق اکبرؓ کی پیروی کے نمونہ میں حضرت فاروق اعظمؓ کے نمونے کی پیروی میں، حضرت عثمان ذوالنورینؓ کے نمونے کی پیروی میں، حضرت علی المرتضیٰؓ کے نمونے کی پیروی میں۔ میرے علم میں نہیں ہے کہ قومی اسمبلی میں، سینٹ میں کسی ممبر کسی وزیر نے، وزیراعظم نے واضح طور پر یہ بیان دیا ہو کہ ہم چاروں خلفائے راشدین کے نظام کی تابعداری میں پاکستان میں اسلام نافذ کریں گے۔ کیا یہ بات کسی نے کی ہے؟ کیوں نہیں کی؟ آپ سارے میری بات نہیں سمجھیں گے کیوں کہ قوم ساری ایک ذہن کی لپیٹ میں ہے۔ یہ فکر ہی نکل گیا ہے دل و دماغ سے۔ قومی اسمبلی میں سنی ممبروں کی اکثریت ہے۔ سینٹ میں اکثریت سنیوں کی ہے۔ صوبائی اسمبلیوں میں اکثریت ممبران کی سنیوں کی ہے۔

بھائی! سنی کی حیثیت کیا صرف نماز پڑھنے کے لیے ہے۔ سب سے بڑا مسئلہ تو یہ ہے کہ اسلام کا قانون نافذ ہو، چوروں کے ہاتھ کاٹے جائیں، بدکاروں کو سنگسار کیا جائے۔ شرابیوں کو درے لگائے جائیں۔ جو بھی جرائم ہیں شرعی حدود نافذ ہوں۔ آج سب سے بڑا مسئلہ شریعت بل کا ہے۔ میں تو عمرہ کے لیے گیا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ اخبارات تو ایسے سفر میں بالکل نہیں پڑھتا نہ دیکھتا ہوں سنتا ہوں۔ یہاں آکر کچھ اخبارات دیکھے ہیں۔ کئی باتیں سنی ہیں کہ وزیراعظم نواز شریف صاحب نے شریعت بل کو قومی اسمبلی میں پیش کر دیا ہے۔ وہاں بھی ویسے کسی نے بتا دیا تھا۔ ویسے باتوں باتوں میں بعض ساتھیوں نے جو اخبار پڑھتے تھے کہا کہ وزیراعظم صاحب نے شریعت بل قومی اسمبلی میں پیش کر دیا ہے۔ ٹھیک ہے یہاں آکر میں نے کچھ اخبارات دیکھے۔ یہ جنگ اخبار راولپنڈی ۱۲ اپریل کا ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ وزیراعظم کا تاریخی خطاب۔ بدھ کے روز پارلیمنٹ، قومی اسمبلی اور سینٹ کے ممبران کے اجلاس میں صرف رسمی نہیں بلکہ حقیقتاً ایک تاریخی خطاب تھا اور ایک مفہوم میں ان کا یہ کہنا غلط نہیں۔ ان کے خطاب کا دن پاکستان کی چوالیس سالہ تاریخ کا اہم ترین دن ہے کہ جن کو غیر معمولی اہمیت وزیراعظم کے تین بنیادی فیصلوں نے دی ہے۔ پہلا فیصلہ یہ ہے کہ ملکی آئین میں ترمیم کر کے قرآن و سنت کو ملک کا اعلیٰ ترین قانون یا سپریم لاء بنا دیا جائے گا۔ ٹھیک ہے۔

اس طرح وزیراعظم نے اب جو اعلان کیا ہے وہ سب سے آگے جاتا ہے۔ اس کے مطابق قرآن و سنت کو ملک کا اعلیٰ ترین قانون قرار دیا جائے گا۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ دستور اور اس کی دفعات سمیت کوئی بھی چیز قرآن و سنت سے ماورائی یا بالاتسلیم نہیں کی جائے گی۔ تو ٹھیک بات ہے۔

لیکن ہمیں جو اعتراض ہے کہ کتاب و سنت کی تعبیر کہاں سے کرگے؟ بھائی! قرآن و سنت کا مطلب کہاں سے کرگے تم؟ اس کا عملی نظام تمہیں کہاں سے ملے گا۔ ایک کہے گا کہ قرآن کا یہ مطلب ہے۔ دوسرا کہے گا کہ سنت کا یہ مطلب ہے تو تم آخری فیصلہ کہاں سے کروگے! جھگڑا ہوگا اس لیے خود مولانا سمیع الحق صاحب نے جو گویا شریعت بل سینٹ میں پیش کرنے والے شروع سے محرک ہیں قاضی عبد اللطیف صاحب اور ان کا بیان بھی اخبارات میں آیا ہے۔

کھاتے پیتے رہوگے سارا دن لیکن یہ مزدوری باتیں ہیں۔ وزیر اعظم کے اس خطاب کے باوجود مولانا سمیع الحق صاحب کا بیان جو اخبارات میں آیا ہے وہ کچھ آپ کو سناتا ہوں۔ نوائے وقت راولپنڈی ۱۵ اپریل کا ہے۔ اس میں ہے: "سابقہ شریعت بل کے محرک سینیٹر سمیع الحق نے اس سلسلہ میں کہا کہ جو بل سابقہ دورِ حکومت میں انہوں نے پیش کیا تھا اس پر مختلف مکاتبِ فکر کی جانب سے اظہارِ خیال ہوچکا تھا۔ ہونا یہ چاہیئے کہ جلد از جلد اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے اسی بل کو پیش کیا جاتا جبکہ اس بل میں واضح ترمیم کے بعد اسے پیش کیے جانے کا پروگرام ہے جس پر علماء کرام کی رائے نہیں لی گئی (یعنی اب جو بل پیش کر رہے ہیں اس پر علماء کرام کی رائے نہیں لی گئی۔ جو محرک تھے بانی تھے وہ خود اعتراض کر رہے ہیں کہ ان سے بھی نہیں پوچھا گیا کہ کون سا بل پیش کر رہے ہیں) اب یہ بل دوبارہ موضوع بحث بنے گا اور وقت لے گا۔ اب اس بل پر پھر بحث ہوگی جو بل حکومت پیش کر رہی ہے وزیر اعظم اعلان کر رہے ہیں۔ گیارہ رکنی کمیٹی کے نام آئے ہیں۔ اب کیا وہ سارے اتفاق کریں گے۔ ایک کہے گا اس کا یہ مطلب ہے۔ ایک کہے گا اس میں یہ ترمیم کرو۔ اب یہ بل دوبارہ موضوع بحث بنے گا اور وقت لے گا اور پاکستان میں اسمبلی کے اراکین کی وفاداریاں تبدیل کرنا کوئی نئی بات نہیں۔ اراکین اسمبلی میں مسلم لیگ سمیت بہت سے ایسے اراکین ہیں جو نفاذِ اسلام چاہتے ہی نہیں۔"

بھائی! سارے ممبر کیا چاہتے ہیں؟ اگر چاہتے تو آج تک حل نہ ہوجاتا۔ وہ یقیناً تاخیری حربوں سے اسے ناکام کریں گے۔ اگر وزیر اعظم نیک نیت بھی ہیں تو نادانستہ طور پر ایسے مشیروں کے کہنے پر اس سازش کا شکار ہورہے ہیں۔" تو جنہوں نے بل بنایا پیش کیا وہ خود مطمئن نہیں۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ قومی اسمبلی میں پیش کرکے وہاں ہی منظور کرلیا جاتا۔ میں نے سنا کہ عام لوگ سمجھتے ہیں وہ بل سارا پاس ہوگیا لیکن جب وہ پہلے کمیٹیوں کے سپرد کیا گیا چار پانچ سال گذر گئے۔ اب یہ کمیٹیاں حل کرتی رہیں گی۔ دیانت داری کا تقاضا

کیا تھا؟ اگر کوئی مسودہ شریعت بل کا حکومت نے رکھا تھا تو وہاں پیش کرتے کہ اس پر اپنی رائے دو پھر کمیٹیاں جرح کریں گی۔ یہ حال ہے ہمارا۔

دوسری بات اب نفاذ شریعت کمیٹی کا صدر مولانا عبدالستار صاحب نیازی کو بنایا گیا تھا جنہوں نے وزارت سے استعفیٰ اس بنا پر دیا تھا کہ وزیراعظم صاحب سے ان کا اختلاف ہو گیا تھا۔ ہم خوش تھے کہ مولانا عبدالستار نیازی نے بڑی قربانی دی ہے۔ وزارت چھوڑنا آسان بات نہیں لیکن جب ایک کمیٹی کا اجلاس ہوا (کیونکہ حکومت کے خلاف اب ایک محاذ بن رہا تھا کہ حکومت شریعت بل پاس نہیں کرتی حیل و حجت کر رہی ہے) اس میں شیعہ بھی تھے اور دوسرے بھی تھے۔ مولانا عبدالستار صاحب نیازی کی رہائش گاہ پر ہی اجلاس بلوایا گیا۔ آپ لوگ جانتے ہیں اخباروں میں آیا ہے۔ نماز کا وقت آگیا تو نفاذ فقہ جعفریہ کے صدر ساجد نقوی صاحب کو آگے مصلے پر کھڑا کر دیا اور پیچھے مولانا عبدالستار صاحب نیازی نے نماز ادا کی۔ یہ ہے شریعت بل؟ یہی کہتا ہوں کہ سنی مسلمانوں کو یہ کیا بنا رہے ہیں؟ گویا مولانا عبدالستار نیازی کے نزدیک شریعت بل کا امام کون بنے ساجد نقوی۔ بھائی نماز فرض ہے۔ بڑی عبادت ہے۔ ساجد نقوی سنی ہے یا شیعہ؟ اس کا کلمہ کون سا ہے؟ اس کی اذان کونسی ہے؟ اس کی فقہ کونسی ہے؟ اب مولانا عبدالستار نیازی کا کیا وہی کلمہ ہے جو ساجد نقوی کا ہے؟ یہی تو میں ہمیشہ کہتا ہوں کہ یہ سیاست تو نری تخریب کاری ہے۔ جو عالم اس سیاست میں گھس جاتا ہے سینہ میں اس کے کچھ رہ جائے یا نہ رہے عمل میں کچھ نہیں رہتا۔

اب کس شریعت کو یہاں نافذ کرو گے؟ اس سے بڑی کامیابی کوئی شیعوں کی ہو سکتی ہے کہ شریعت بل کمیٹی کے ارکان ساجد نقوی کی امامت میں نماز ادا کریں۔ کروڑوں سنیوں کے ایمان کو مجروح کیا ہے اس گندی سیاست نے۔ میں لفظ سخت نہیں کہتا۔ ہاں اس میں مولانا سمیع الحق صاحب نے اور قاضی عبداللطیف صاحب کلاچوی نے جرأت کی۔ انہوں نے کہا کہ ہم نہیں نماز پڑھتے اس کے پیچھے۔ ہم ان کو مبارکباد دیتے ہیں۔ لیکن ان پر بھی میرا اعتراض ہے کہ آپ اس کمیٹی میں شامل کیوں ہوئے تھے جس میں ساجد نقوی نفاذ فقہ جعفریہ کا صدر شامل تھا۔

اب سنی مسلمانوں کو کچھ سوچنا پڑے گا یا نہیں؟

ہمارا کیا حشر ہوگا؟ نیازی صاحب سے یہ نہیں ہو سکا کہ کہتے تیری نماز علیحدہ، تیرا وضو علیحدہ، تیری فقہ علیحدہ تیری اذان جدا تیرا کلمہ جدا۔ یہ نہیں کر سکتے تھے؟

(مولانا عبدالستار نیازی اور میں لاہور اشاعتِ اسلام کالج میں دو سال اکٹھے پڑھتے رہے۔ ترجمہ قرآن، تفسیر وغیرہ اکٹھی پڑھی ہیں) میں عرض کر رہا ہوں کہ سنی مسلمان کا کیا بنے گا؟
اور اس خوشی کا اظہار شیعہ پرچے رضا کار میں بھی آیا ہے۔

اگر تمہارا ایمان ہے کہ سنی مذہب برحق سنی کلمہ برحق ہے تو ہاتھ اٹھا کر گواہی دو۔ (نعرے) سمجھو! سمجھنے کی چیز ہے؟ سنیوں کا وجود ختم ہونے والا ہے (خدانخواستہ) سنی لیڈر نماز میں جرأت نہیں کر سکتے کہ تیری نماز اور میری نماز اور۔

ایک اور ہے مولانا شیرانی کا بیان بھی اخبارات میں آیا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ یہ بالکل ٹھیک ہوا ہے ورنہ اختلاف پڑ جاتا۔ کیا پہلے کلمے کا اختلاف کوئی نہیں؟ بھائی! کیا پہلے ایک ہے کلمہ تمہارا؟ نماز میں اختلاف پڑ جاتا تو آسمان گر جاتا۔ کلمے میں اختلاف ہے، اذان میں اختلاف ہے، وضو میں اختلاف ہے، عقیدے میں اختلاف ہے۔ کیا ساجد نقوی صاحب صدیق اکبرؓ کو، فاروق اعظمؓ کو حضرت عثمان ذوالنورین کو برحق خلیفہ مانتے ہیں؟ (نہیں مانتے) یہ تو اذان اور کلمے میں نفی کرتے ہیں۔ خلیفہ بلافصل کا کیا معنی ہے کہ پہلے خلیفہ حضرت علیؓ ہیں۔ تینوں ہمارے کہاں گئے؟ حد ہوگئی اللہ پاکستان کو سلامت رکھے عذاب کی نشانی ہے، قیامت کی نشانی ہے۔

بھائی! ویسے تو صادق گنجی کی نماز جنازہ نواز شریف بھی پڑھ آیا ہے قاضی حسین احمد بھی پڑھ آیا ہے اور بھی پڑھ آئے ہیں بات تو ہے مولانا عبدالستار صاحب نیازی کی جو شریعت کمیٹی کے صدر تھے۔ بات ان کی ہے۔ عام لیڈروں کے ہاں تو نماز کا کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔

لیکن اگر علماء کا بھی یہی حال رہا تو پھر اسلام کا نام ہی رہے گا۔ اور قاضی حسین احمد صاحب نے کیا کہا جب مولانا شیرانی نے کہا کہ ساجد نقوی صاحب آپ نماز پڑھائیں تو قاضی حسین احمد نے کہا کہ یہ کام مبارک ہے۔ یہ مودودی جماعت کے علم میں تھا، جن کا دعویٰ ہے کہ پورا نظامِ اسلام جماعت اسلامی ہی قائم کرے گی۔

وہ تو مودودی صاحب کا پہلے ہی سے فتویٰ ہے۔ ہم نے شائع کیا ہوا ہے کہ شیعہ کے پیچھے سنی اور سنی کے پیچھے شیعہ نماز پڑھ سکتا ہے۔ مودودیوں کا تو یہی مذہب ہے۔ دھوکا نہ کھاؤ۔

نہ صدیق کی غیرت نہ امہات المومنین کی غیرت۔ بس ان کو ساتھ ملا لو۔ اسلام پکا۔ اے سنی مسلمان! اگر تو نے اور نماز کو بھی اہمیت نہیں دے گا تو پھر تیرا اسلام۔ اسلام نہیں ہے۔ اللہ کے سامنے جواب دینا ہے

ہمیشہ کوئی نہیں رہے گا۔ ساجد نقوی کی امامت میں نماز ادا نہ کرتے تو وحدت برقرار نہ رہتی۔ یہ مولانا شیرانی کا بیان اخبارات میں آیا ہے۔ کیا کلمے کی وحدت پہلے ہے۔ حد ہے میں سخت لفظ نہیں کہتا۔

بھائی! وحدت تو کلمے سے ہوتی ہے۔ کیا تم نے پہلے اپنا کلمہ اس سے منوایا یا تم اس کا کلمہ پڑھتے ہو۔ کیا اذان کی وحدت ہے۔ صرف منہ کالا کرنا تھا نماز پڑھ کے۔ اللہ کو ناراض کرنا تھا۔ یہی روز میں کہتا ہوں کہ اے سنی میں بھی گنہگار ہوں لیکن کم از کم کچھ تو غیرت چاہیئے۔ اتنا تو آدمی گر نہ جائے۔ یہ دیکھو اخبار میں آیا ہے کہ قاضی حسین احمد صاحب نے قومی اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کے بعد اسلام آباد سے واپسی کے بعد ڈیرہ اسمٰعیل خان میں جامعہ معارف اسلامی میں خصوصی بات چیت کے دوران مولانا شیرانی کی توجہ جب مولانا عبدالستار صاحب نیازی کی قیام گاہ پر تحریکِ نفاذِ فقہ جعفریہ کے سربراہ علامہ ساجد نقوی کو نماز کی امامت کے لیے آگے کرنے۔ ان کی اقتداء میں نماز پڑھنے اور اس پر ہونے والے مخالفانہ ردِ عمل اور اسلام سے خارج ہونے والے فتوٰی کی جانب مبذول کرائی گئی تو مولانا نے کہا کہ پرائمری سکول کے ماسٹر کے لیے تو ایک معیار مقرر ہے مگر فتوے دینے اور ایک دوسرے کو کافر بنانے کے لیے کسی معیارِ تعلیم کی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی۔ انہوں نے کہا کہ وہ مولانا نیازی کی دعوت پر ایک بڑے اور نیک مقصد کے لیے جمع ہوئے تھے عین نماز کے وقت اگر شیعہ سنی دیوبندی بریلوی الگ الگ راستے اپنا لیتے تو نہ وحدت برقرار رہتی نہ اتحاد و یگانگت کا مظاہرہ ہوتا۔

بھائی! دیوبندی بریلوی کا کلمہ ایک، اذان ایک نماز ایک، فقہ ایک وہ تو ادر مسائل میں اختلاف ہے۔ کیا دیوبندی، بریلوی کا جدا کلمہ ہے؟ کیا جُدا اذان ہے؟ (نہیں) جدا وضو ہے۔ جدا حنفی فقہ ہے (نہیں)۔ وہ تو دوسرے مسائل میں اختلاف ہے۔

اور شیعوں کا بنیاد میں اختلاف ہے۔ کتنا دھوکہ فریب ہے استغفراللہ استغفراللہ۔ اب شیعوں کی خوشی۔ یہ واقعات عرض کر رہا ہوں۔ شیعہ اخبار ہفت روزہ رضاکار ۸ اپریل ۱۹۹۱ء میں لکھا ہے "شیعہ کا دشمن سنی نہیں۔ سنی کا دشمن شیعہ نہیں بلکہ ان دونوں کا دشمن سامراج ہے۔"

گویا سنی کو بُت بنا رہے ہیں۔ کیا یہ کلمہ بھی سامراج نے تم سے نکلوایا ہے۔ اذان بھی سامراج نے دلوائی ہے۔ چھوڑا تو تم نے ہے۔

بھائی! کیا انگریز نے تم کو کہا کہ یہ کلمہ پڑھو؟

بھائی! اسنی بے چارا تو ایسا ہی ہے۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ لڑائی کرو۔ ہم تو کہتے ہیں کلمہ ایک کرو۔ کلمہ ایک ہے یاد رہیں؟ سرکار دو عالم نے ایک کلمہ پڑھایا یا حضرت علی المرتضیٰؓ نے دوسرا کلمہ پڑھایا؟ اذان آج تک ایک ہے۔ مسجد نبوی اور حرم شریف کہ میں نماز تراویح کی رکعتیں خلفائے راشدینؓ سے آج تک ایک ہیں (بیس تراویح پڑھتے ہیں)

کیا ساجد نقوی مانتا ہے؟ یہ تو تراویح کو بدعت کہتا ہے۔ وحدت کہاں رہی؟ اے سنی مسلمان! وحدت تو کلمہ سے شروع ہوئی۔ کلمہ جدا تو دین جُدا، مذہب جُدا تو اسلام جُدا۔ کیا پھر بھی ایک ہیں؟ (نہیں) ایسے لیڈروں کو چھوڑنا ہوگا۔ اللہ کے بھروسہ پر اپنے دین و ایمان کی حفاظت کرنی ہوگی۔ ووٹ کس کے لیتے ہیں؟ سنیوں کے اور امام کس کو بناتے ہیں؟ شیعہ کو۔

کیا مولانا عبدالستار نیازی کو ایک شیعہ نے بھی ووٹ دیا ہے؟ (نہیں) ساجد نقوی تو بے نظیر کے ساتھ تھا۔ اس وقت تمہیں وحدت یاد نہیں رہی۔ کیا ساجد نقوی اور بے نظیر کا الیکشن میں معاہدہ تھا یا نہیں۔ (تھا) اس وقت تمہیں یاد نہیں رہی وحدت۔ بڑی آزمائش ہے۔ یہ سیاست جمہوری کوئی آئی گندگی ہے۔

ہم ووٹ دیتے دلواتے کس لیے ہیں، حکمراں دلاو بتاؤ؟

یہاں ہمارے ممبران کیوں کامیاب ہوتے ہیں؟ کوئی اس میں شک ہے۔ آگے جا کر سنی کے ساتھ کیا وفاداری کرتے ہو۔ بھائی سنی ہو تو اپنے ایمان کے ساتھ تو وفاداری کرو۔

اقتدار آنی فانی ہے۔ کل ختم ہو جائے۔ آج اصلی تو یہ دین اقتدار کیا چیز ہے۔ اصل تو دین ایمان ہے۔

اب بھی بے ہوش بنے رہے تو تمہارا وجود باقی نہیں رہے گا سنی تشخص کو باقی رکھو۔ ہم جو سنی سنی کرتے ہیں غلام اہلسنت اور خلافت راشدہ حق چار یارؓ کے نعرے لگاتے ہیں تو اہل حق اور اہل سنت کے تشخص کے لیے وجود اور شان کو قائم رکھنے کے لیے۔

دوسرا عنوان شیعہ اخبار "رضاکار" لکھتا ہے۔ ۸ اپریل ۱۹۹۱ء کا پرچہ ہے۔ "اسلامی اتحاد اور اخوت سے سپاہ صحابہؓ کی صفوں میں کھلبلی مچ گئی" قائد ملت جعفریہ نے نماز کی امامت کی۔ ان کی اقتداء میں اہلسنت کی سرکردہ شخصیات کے نماز پڑھنے پر شرپسندوں کے ہاں صف ماتم بچھ گئی۔ قاضی حسین احمد، مولانا اجمل شیرانی اور مولانا عبدالستار نیازی کو شرپسند مولوی ضیاء الرحمٰن فاروقی کی جانب سے توبہ کا مشورہ۔ مسلمانوں کے اتحاد سے کفر سازی کے ٹھیکیدار بوکھلا اٹھے۔ شیعوں کو کافر اور اہل سنت کے اختلافی مسائل کے حامل مسلمانوں

کو شرک و بدعتی قرار دینے والے بے لگام ٹولے کی کمر ٹوٹ گئی۔ قاضی عبداللطیف اور سمیع الحق صف وحدت سے خارج ہو گئے۔"

تبصرہ: اب ان پر برس رہے ہیں کہ وہ کیوں نہیں پیچھے کھڑے ہوئے۔ ان کا بھی علاج ہے۔ ان کا گذارہ بھی شیعوں کے بغیر نہیں ہوتا۔ اس کمیٹی اجلاس میں گئے کیوں ہیں۔ تمہیں نکلنا بھی نہیں تھا۔ تم کہتے کہ اس کو پیچھے ہٹاؤ۔ جرأت یہ تھی کہ سنی زیادہ بھی ہیں۔ یہ بھی جرأت کی کہ نماز نہیں پڑھی۔ وہاں کھڑے ہو کر کہتے کہ ساجد نقوی صاحب کلمہ تمہارا کیا ہے؟ پہلے وحدت کلمے کی قائم کرو، پھر اذان کی وحدت قائم کرو پھر نماز کی وحدت قائم کرو۔ حنفی طریقے سے نماز پڑھو پھر ہم تمہارے پیچھے نماز پڑھنے کا سوچیں گے۔ کہہ سکتے تھے یا نہیں؟ (کہہ سکتے تھے) شیعہ ڈنکے بجا رہے ہیں۔

مولوی ضیاء الرحمٰن فاروقی نے اعتراض کیا ہوگا اخبارات میں۔ اعتراض ٹھیک ہے۔ مولوی ضیاء الرحمٰن فاروقی سے ہمیں اختلاف ہے۔ انجمن سپاہ صحابہؓ سے بھی ہمیں اختلاف ہے۔ کیوں اختلاف ہے؟ ذاتی نہیں۔

ہم یہ چاہتے ہیں کہ صحابہؓ کا نام لو تو ایسے سیاسی نہ بنو کہ اسلامی اصولوں کو نظر انداز کرو۔ یہ دیکھو میرے نام انجمن سپاہ صحابہؓ کی طرف سے عید کارڈ آیا ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ انجمن سپاہ صحابہؓ کی طرف سے عید مبارک قبول ہو۔ خوشیوں کے ان لمحات میں اور دعاؤں میں شہداء سپاہ صحابہؓ، کشمیری مظلوم بھائیوں، افغان مجاہدین اور فلسطینی مظلوموں کو بھی یاد رکھیں اور اس عید کارڈ پر دو فوٹو ہیں۔ مولانا حق نوازؒ اور ایثار القاسمیؒ کے۔ کیا یہ بھی صحابہؓ کا نمونہ ہے۔ کیا نعوذ باللہ صحابیؓ بھی فوٹو پھیلاتے تھے۔ مولانا حق نوازؒ شہید ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ جنت میں ٹھکانہ دے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ تم ان کے فوٹو دنیا میں پھیلاؤ تمہارا اور باقی سیاسی لیڈروں کا کیا فرق ہے۔ بتاؤ؟

ہم اس لیے اختلاف کرتے ہیں۔ بیجوں میں فوٹو لگاتے ہیں۔ نمازیں پڑھتے ہیں اور فوٹو لگا ہوتا ہے۔ اللہ ان کو ہدایت دے۔ اب شیعہ ان پر اعتراض کرے کہ کیا صحابہؓ کا یہی طریقہ تھا۔ رحمۃ للعالمینؐ نے تو حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کی تصویر کعبہ سے ہٹوائی۔

صحابہؓ کی عظمتوں کا پھیلانا ہر سنی کا فرض ہے اور اللہ کے فضل سے ہمارے خدام اہل سنت کا مشن ہی یہی ہے۔ ہمارا عید کارڈ دیکھا ہے۔ اس میں کیا لکھا ہے یا اللہ مدد۔ اس میں کوئی تصویر نہیں۔

کوئی فوٹو نہیں - بھائی! کافر کافر شیعہ کافر کا نعرہ اس لیے غلط ہے کہ وہ پھر صحابہؓ پر تبرا کرتے ہیں - ہمارا مذہب تبرائی نہیں ۔شیعوں کا تو تبرا مذہب ہے - ہمارا مثبت نعرہ کیا ہے؟ اللہ اکبر - خلافتِ راشدہ - حق چار یارؓ ۔ میں تو انجمن سپاہِ صحابہؓ کا یہ عید کارڈ دیکھ کر بالکل حیران رہ گیا - بھائی! اللہ کے سامنے بھی جواب دے سکو - صحابہؓ کی روحوں کو بھی خوش کر سکو - کیا فوٹوؤں کی اشاعت سے ان کی روحیں خوش ہوں گی اور اسلام بلند ہوگا - یہ تو سیاسی لیڈر ہیں - وہ پروفیسر طاہر القادری تھے - ان کے بڑے بڑے فوٹو لگائے گئے تھے -

اب اور سنو! ہر سنی مسلمان اللہ کے بھروسہ پر غیرت مند سنی بنے گا تو اسلام بچے گا - قطعاً ہمیں کسی پارٹی پر اعتماد نہیں اور سارے استعمال سنیوں کو کرتے ہیں - مسلم لیگ کس سے ووٹ لیتی ہے؟ سنیوں سے - پیپلز پارٹی کس سے ووٹ لیتی ہے؟ سنیوں سے - سارے سنیوں سے ووٹ لیتے ہیں - اور ہم ووٹ دیتے اس وقت اس لیے ہیں کہ کلمہ جس کا دوسرا ہے اور اذان دوسری ہے اس کو دیں یا اس کلمہ اور اذان والے کو دیں جس کا کلمہ اور اذان اہلسنت کے مطابق ہے - لیکن کیا یہ سنی ممبران پہرہ داری کرتے ہیں جا کر اسمبلی میں؟ کسی وزیر نے کیا جا کر کہا ہے کہ کلمہ ایک ہوگا - کبھی یہ لیڈر کہہ ہی نہیں سکتے - ان کو یہ کبھی توفیق نہیں کہ کہے کلمہ ایک ہوگا -

وزیر اعظم سے اعلان کراؤ - اگر مسلم لیگ کے لوگ یہاں بیٹھے ہیں تو میں چیلنج کرتا ہوں کہ نواز شریف سے یہ اعلان کراؤ کہ شریعت بل تو آئے گا یا نہ آئے گا آج اعلان کراؤ کہ پاکستان میں ایک کلمہ ہوگا - دوسرا قانوناً ممنوع ہے - دوسری اذان بالکل ممنوع ہے - وہی اذان ہوگی جو مکہ مدینہ میں ہے - وہی کلمہ ہوگا جو مکہ مدینہ کا ہے - کوئی جرأت کرے گا؟ کلمہ کی جس کو جرأت نہیں وہ شریعت کہاں نافذ کرے گا - خدا جانے کس کو راضی کرتے ہیں -

اب دیکھو! یہ میرے ہاتھ میں اسلامی جمہوری ایران کا دستور ہے - مذہب اس کو کہتے ہیں - خمینی برسراقتدار آیا - قربانیاں شیعوں نے دیں یہ علیحدہ بات ہے - لیکن یہ دستور جب نافذ کیا - اس میں دیکھو صفحہ ۲۰ پر لکھا ہے:

"ایران کا سرکاری دین اسلام ہے اور مذہب جعفری اثنا عشری ہے"

تبصرہ: جرأت ہے کہ نہیں؟ اور کیا پاکستان کے دستور میں یہ سنی دستور لکھ سکتے ہیں؟ شریعت بل میں تو کوئی نہیں لکھا -

ادھر وہ ہے ادھر ساجد نقوی صاحب کہتے ہیں کہ نماز بھی میرے پیچھے پڑھو۔

اب دیکھو! اس دستور میں لکھا ہے کہ جو صدر ہوگا ایران کا وہ فقہ جعفریہ کا پابند ہوگا۔ سنی نہ صدر بن سکتا ہے نہ وزیر اعظم بن سکتا ہے۔ سنی کچھ بھی وہاں نہیں بن سکتا۔ یہ دیکھو

صدر جمہوریہ کی شرائط کے تحت دستور میں لکھا ہے کہ:

آرٹیکل ۱۱۵ لازم ہے کہ صدر جمہوریہ سیاسی اور مذہبی شخصیتوں میں سے ہو کہ مندرجہ ذیل شرائط پوری کرتے ہوں:

پیدائشی ایرانی ہو۔ غیر ایرانی صدر نہیں بن سکتا۔ ایران کی قومیت رکھتا ہو۔ منتظم ہر سرجہ اجمہ کا مالک ہو۔ اس کا ماضی اچھا ہو۔ امانت دار اور متقی ہو اور اسلامی جمہوری ایران کے بنیادی اصولوں اور ملک کے سرکاری مذہب پر ایمان رکھتا ہو۔

تبصرہ: سرکاری مذہب کیا ہے؟ جعفری۔ یہ جرأت کی کیونکہ ان کا مذہب تھا انہوں نے نافذ کر دیا اور یہاں اتنے سال گزر گئے۔ اب بھی اگر سنی مسلمان نہیں سمجھے گا تو پھر وقت سمجھنے کا ہے ہی نہیں۔ کروڑوں سنی مسلمان ہیں، اکثریت سنی مسلمان کی، اہل حق سنی مسلمان، ماضی کی تاریخ سنی مسلمانوں کی، ایران کو فتح کرنے والے کون؟ صحابہ کرامؓ۔

افریقہ، کابل، قندھار، روم، مصر کو فتح کرنے والے خلفائے راشدین۔ شیعوں نے محنت سے ایران میں شیعیت پھیلائی۔ آج وہاں سنی مسلمان اذان نہیں کہہ سکتا۔ تہران میں نماز باجماعت سنی نہیں ادا کر سکتا۔ جمعہ نہیں پڑھ سکتا۔ عید نہیں پڑھ سکتا۔ پڑھنی ہے تو شیعہ امام کے پیچھے پڑھے۔ علیحدہ اجازت نہیں۔

اور یہاں شیعوں کو آگے کرتے ہیں اور خود پیچھے مقتدی بنتے ہیں۔ بھائی کوئی فرق ہے یا نہیں؟

یہ بھی ایران بن رہا ہے۔ اگر ہمارے سیاسی علماء، زعماء کا یہی حال رہا تو ایران بننے میں دیر نہیں۔ اس لیے مضبوط قدم اٹھانا پڑے گا۔ بلا لحاظ کسی پارٹی کے سنی ایک ہو جاؤ۔ اب لحاظ توڑنے پڑیں گے۔ اپنے دین و ایمان کی حفاظت کرنی پڑے گی۔

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ۔ وَلِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ

فرمایا جن صحابہؓ کو گھروں سے نکالا گیا اگر ہم ان کو حکومت دیں تو وہ کیا کریں گے۔

نماز قائم کریں گے۔ زکوٰۃ کا نظام قائم کریں گے۔ ہر نیکی کا حکم دیں گے۔ ہر برائی سے روکیں گے۔

اب جو سنی ہے، اسلام کا تابعدار ہے اس پر لازم ہے کہ اللہ نے جن کو خلافت دی اور اللہ نے فرمایا کہ انہوں نے یہ کام کرنا ہے ان کے کاموں میں کوئی شک وشبہ نہیں کر سکتے۔ اس لیے اعلان کرنا چاہیے حکومت کو کہ اسلامی آئین وہ ہوگا جو خلفائے راشدین کے نظام پر مبنی ہو اور ان کی اتباع میں ہو۔ کیا یہ مطالبہ برحق ہے، صحیح ہے؟ ہاتھ تائید میں کھڑے کر کے اللہ کو گواہ بناؤ۔ اگر یہ نہیں کر سکتے تو شریعت بل کا نام لینا چھوڑ دو۔ کمزوری ہم سنیوں کی ہے۔ میں تو پہلے بھی سوچتا رہتا ہوں۔ قاضی حسین احمد کا تو مذہب یہی ہے اور اختر شیرانی یہ مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے پارٹی لیڈر ہیں قومی اسمبلی میں اور مولانا فضل الرحمٰن صاحب قومی اسمبلی کی ممبری سے اسی لیے رہ گئے کہ ڈیرہ اسمٰعیل خان میں علماء کے دو دھڑے ہو گئے۔ ایک دوسرے کے حق میں بیٹھتے نہیں۔ شیعہ، پیپلز پارٹی کے ساتھ ہو گئے جو ہمیشہ سے مفتی محمود صاحب مرحوم کی سیٹ تھی۔ مولانا فضل الرحمٰن الیکشن لڑ رہے تھے۔ جمعیت علماء اسلام کے دو دھڑے بن گئے۔ یہ نہیں کیا کہ ایک بیٹھ جاتا۔ اور شیعہ اس طرف ہو گئے۔ ان کے ووٹ تقسیم ہو گئے۔ پیپلز پارٹی والے کامیاب ہو گئے۔ اس سے بھی عبرت نہیں لیتے۔ اب کہتے ہیں کہ نماز میں ان کو امام بھی بناؤ۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

پھر عرض کرتا ہوں یہ صرف میرے ایمان کی بات نہیں ہے۔ ہر سنی کی بات ہے جو اندر سے سنی ہے جس کا کلمہ، اذان ٹھیک ہے۔ اس کے اندر کی ایمان کی بات ہے۔ طاقت ہماری ہے سنی عوام کی۔ میں تو اب سوچ رہا ہوں کہ آئندہ ووٹ کس کو دوں کس کو نہ دوں۔ صحیح بات ہے۔ دھڑے نہ بناؤ، پارٹی بازی نہ بناؤ۔ دین کو بچاؤ۔ آج سنی میں اگر جرأت ہوتی تو قومی اسمبلی میں حق چار یارؓ، خلافت راشدہ کی گونج ہوتی۔ وزیر اعظم صاحب اعلان کرتے کہ جو ہو چکا وہ ہو چکا اب ایک کلمہ ایک اذان پاکستان میں ہوگی۔ مروجہ سیاست ایک گندگی ہے۔ اس گندگی کی وجہ سے کوئی اعلانِ حق نہیں کرتا۔ کلمہ کا تحفظ نہیں کرتا۔ یہ ایسی سیاست مسلط کی ہے فرنگیوں نے، یا اللہ ان سے نجات عطا فرما۔

یا اللہ! صحابہ کرامؓ اور خلفائے راشدین کا سیدھا راستہ عطا فرما۔

یا اللہ! اسلامی سنی سربراہوں کو اتفاق و اتحاد نصیب فرما۔

یا اللہ! حرمین شریفین کی حفاظت فرما۔ وہی ہمارا مرکز ہے۔ وہیں سے یہ قرآن آیا وہیں سے کلمہ آیا وہیں سے اذان آئی۔ وہیں سے خلافتِ راشدہ کا ڈنکا بجا۔

یااللہ! ہمارے دلوں کو سرکارِ مدینہ کے روضہ مقدسہ سے جوڑ دے۔

یااللہ! اس گنہگار کو عمرہ کی توفیق ملی۔ رحمۃ للعالمینؐ کے روضے کی زیارت نصیب ہوئی اور بھی جتنے وہاں سنی مسلمان تھے ان کے یہ عمرے یا حاضری دربارِ رسالت کی قبول فرما اور ہم کو اس مقدس مقام پر لے جا۔

یااللہ! رحمۃ للعالمینؐ کا روضہ مقدسہ تیری تجلی گاہ ہے۔ عرش سے بھی زیادہ تیری رحمتیں اور تجلیات سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑ رہی ہیں۔

یااللہ! دو یار بھی صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ وہاں سوئے ہوئے ہیں۔ حضورؐ کے طفیل تیری رحمتیں اور تجلیات ان پر بھی نازل ہو رہی ہیں۔ ہر سنی مسلمان کو چار یارؓ کی وفاداری اور خاص طور پر دو یاروں کی وفاداری۔ محبت نصیب فرما۔ جو پہلو بہ پہلو قیامت تک رحمۃ للعالمینؐ سے فیضان پا رہے ہیں۔

یااللہ! وہی مرکز ہے۔ شاہ فہد کو مجاہدانہ جذبہ عطا فرما۔ سعودی حکومت کی خدمات قبول فرما جو حرمین کی تعمیر میں وہ کر رہی ہے اور بہت کچھ وہ کر رہی ہے لیکن جہادی قوت ان کی کمزور ہے۔ ان کو امریکہ کے تسلط سے آزاد فرما دے۔ یہودیوں کے خطرے سے محفوظ فرما۔

یااللہ! امریکہ کو تباہ فرما۔ یہود کو تباہ و برباد فرما۔ ہر کافر حکومت اندر سے مسلمان کی دشمن ہے۔ اپنے مفاد کے لیے مسلمانوں کو استعمال کرتی ہے۔

یااللہ! مسلمانوں کو پھر وہی اسلامی عروج عطا فرما۔ اور سنی مسلمانوں کو جو خلافت راشدہ کا پرچم بلند کرنے والے ہیں۔

یااللہ! فاروق اعظمؓ نے دنیا میں اسلام کا ڈنکا بجایا۔ حضرت عثمان ذوالنورینؓ نے کابل قندھار فتح کیے افریقہ تک مجاہدین صحابہؓ گئے۔ صحابہؓ کی وفاداری کم رہ گئی۔ سنی بھی بے وفا بن گیا ہے صحابہؓ کا غدار بن گیا۔ ہمیں غیرت مندی عطا فرما۔ ہمیں جذبۂ جہاد عطا فرما۔

یااللہ! جو بھی تیری نعمتیں ہیں ہم مانتے ہیں۔ تیری رضا کے لیے صحابہ کرامؓ کی پیروی میں جان قربان کرنے کی توفیق عطا فرما۔

یااللہ! سنی مسلمانوں کو قلبی اتحاد عطا فرما۔ دشمنیاں۔ کینے جو رکھتے ہیں سب دور فرما۔ ہم

اپنے مفاد کے لیے کام نہ کریں تیری رضا کے لیے کام کریں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور خلافت راشدہ کا پرچم بلند کرنے کے لیے ہم کام کریں۔

یا اللہ! ہمارے دلوں کو پاک فرمادے صحابہ رض کے طفیل۔ صحابہ رض کے دلوں کو تو نے پاک کیا۔ ان کے دلوں میں نور کے جلوے ڈالے۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کی ان کو تو نے سند عطا فرمائی۔

یا اللہ! صحابہ کرام رض سے تو راضی ہے۔ ہم بھی راضی ہیں۔ ہر سنی مسلمان کو دل سے صحابہ کرام رض سے راضی ہونے کی توفیق نصیب فرما۔ اور جو صحابہ رض کے دشمن ہیں، صحابہ کرام کے منکر ہیں، صحابہ رض سے ناراض ہیں ان کو بھی اپنی رحمت سے ہدایت عطا فرما۔ ان کو بھی قرآن مجید کی سمجھ اطاعت نصیب فرما۔ اگر ہدایت ان کی قسمت میں نہیں تو ان کے فتنوں سے سنی مسلمانوں کو محفوظ فرما۔ پاکستان کو محفوظ فرما۔ پاکستان کو اندرونی، بیرونی دشمنوں کی شر سے محفوظ فرما۔ داخلی، خارجی فتنوں سے محفوظ فرما۔

یا اللہ! افغانستان کے مجاہدین کی قربانیاں قبول فرما۔ ان کو آزادی عطا فرما۔ ان کو فتح عظیم عطا فرما۔

یا اللہ! کشمیر کے مظلوم مسلمان ہیں۔ مقبوضہ کشمیر کے مجاہدین ہیں۔ ان کا جہاد قبول فرما۔ ان کی عورتوں کی عزت و ناموس کی بھارتی درندوں سے حفاظت فرما۔ جہادی قوت سے بھارت کو مغلوب فرمادے۔

یا اللہ! مسلمانوں کا حصہ مقبوضہ کشمیر ہے آزاد کشمیر ہے ان کی نصرت فرما۔

یا اللہ! بھارت میں مسلمان مظلوم ہے۔ مسلمان زیادہ ہے لیکن سنی مسلمان ہر جگہ کمزور ہے۔ تو اس مسلمان کو مظلومیت سے نجات عطا فرما۔ ظالم ہندو کو تباہ و برباد کردے۔ ہر مسلمان کو مجاہد اور غازی بنادے۔

یا اللہ! عرب سربراہوں کو توفیق عطا فرما کہ عیش پرستی سے پرہیز کریں، اجتناب کریں۔ وہی فاروق اعظم رض کی سادگی اختیار کریں اور اللہ نے جو ان کو مال و دولت دی ہے وہ اللہ کے لیے استعمال کریں۔

اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین

آمین آمین آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

برحمتک یا ارحم الراحمین۔

حضرت علی رض نے فرمایا کہ میرے لشکر کے مقتول اور معاویہ رض کے لشکر کے مقتول دونوں جنتی ہیں۔ (مجمع الزوائد ۹: ۲۵۸)

سلام کو رواج دو

حضرت مولانا قاضی اطہر مبارکپوری (بھارت)

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے طفیل ہر روز صبح کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آتے تھے اور حضرت ابن عمرؓ ان کے ساتھ بازار جایا کرتے تھے۔

طفیل کا بیان ہے کہ جب ہم صبح کو بازار کے لیے نکلتے تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ جس معمولی آدمی یا دوکاندار یا مسکین کے پاس سے گذرتے تھے اس کو سلام کرتے تھے حسب عادت ایک دن میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور میرے ساتھ بازار کی طرف چلے۔ میں نے راستہ میں ان سے پوچھا کہ آپ بازار میں جاکر کیا کرتے ہیں اور کیوں جاتے ہیں؟ نہ بازار میں کسی جگہ بیٹھتے ہیں نہ کسی سوداسلف کے پاس کھڑے ہوتے ہیں اور نہ ہی کسی چیز کا مول بھاؤ کرتے ہیں، حالانکہ میں کہتا ہوں کہ یہاں تشریف رکھئے اور ہمیں کچھ باتیں بتائیے۔

میری باتیں سُن کر حضرت ابن عمرؓ نے کہا کہ اے ابوالبطن (طفیل کا پیٹ بڑا تھا) ہم تو صبح کو سلام کرنے کے لیے آتے جاتے ہیں اور جس سے ملتے ہیں اس کو سلام کرتے ہیں"۔ (موطا امام مالکؒ)

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سلام پھیلانے اور مسلمانوں کو امن و سلامتی کی دُعا دینے کے اس قدر حریص تھے کہ بازاروں میں اس لیے جاتے تھے تاکہ جس سے ملاقات ہو سلام کریں۔

السلام علیکم۔ یعنی تم پر سلامتی ہو، اسلام میں اس کی بڑی تاکید آئی ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ سلام اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے، تم لوگ اس کو اپنے اندر زیادہ سے زیادہ عام کرو۔ اس سے معاشرہ میں خیر و برکت اور امن و سلامتی آئے گی۔ خوف و ہراس، بدامنی اور فتنہ و فساد سے نجات رہے گی۔ سلام مسلمانوں کی عالمی اور بین الاقوامی سنّت و علامت ہے۔ سلام کرنے میں کوئی ذاتی غرض نہیں ہوتی ہے بلکہ اسلام کی تعلیم پر عمل ہوتا ہے۔ اسی لیے کسی مسلمان سے جان پہچان ہو یا نہ ہو کسی مسلمان سے کوئی غرض ہو یا نہ ہو اور کسی مسلمان سے دوستی یا دشمنی ہو یا نہ ہو بہرحال اس کو سلام کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

بعض صحابہؓ کا یہ حال تھا کہ وہ سلام کرنے میں یوں سبقت کرتے تھے کہ لوگ ان سے پہلے سلام کرنے کا موقع تلاش کرتے تھے مگر اس کا موقع نہیں دیتے تھے بلکہ خود پہلے سلام کرتے تھے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اور اکابرینِ امت

حافظ محمد اقبال رنگونی (مانچسٹر)

حضرت حسن بن ابی الحسنؒ کا ارشاد

حضرت حسنؒ (۱۱۰ھ) انعمت علیھم کی شرح میں لکھتے ہیں کہ: المنعم علیھم اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم (المحرر الوجیز قاضی ابی محمد عبدالحق بن غالب بن عطیہ الاندلسی (۵۴۶ھ)

حضرت ابوالعالیہؒ کا ارشاد

سیدنا حضرت ابوالعالیہؒ (۹۳ھ) فرماتے ہیں:

المنعم علیھم محمد صلی اللہ علیہ وسلم وابوبکر و عمر

آپ کا ارشاد ہے کہ تم پر واجب ہے کہ وہ پہلا طریقہ اختیار کرو جس پر اہلِ ایمان پھوٹ پڑنے سے پہلے متفق تھے۔ (حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ) واللہ ابوالعالیہ نے سچ کہا اور تم کو اچھی نصیحت فرمائی۔

(معرکہ سنت و بدعت ص۱۱۸)

سیدنا ابن ابی زیدؒ کا ارشاد

حضرت ابن ابی زیدؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ: جو بھی خلفائے ثلاثہ رضؓ کے بارے میں یہ کہے کہ وہ کافر گمراہ تھے تو اسے قتل کیا جائے اور جو بھی عام صحابہؓ کو کافر و ضال کہے تو اسے سخت سزا دی جائے۔ (صواعق محرقہ ص۲۵۶)

شیخ رومیؒ کا ارشاد

حضرت شیخ احمد رومیؒ (صاحب مجالس الابرار) تحریر فرماتے ہیں کہ:

"تم کو چاہیئے کہ صحابہ کرامؓ کے اعمال و حالات کی تفتیش میں کوشاں رہیں کیونکہ سب سے بڑا عالم اور سب سے زیادہ مقرب وہی ہے جو ان سے مشابہت زیادہ رکھتا ہو اور ان کے طریقے سے زیادہ واقف ہو کیونکہ دین ان ہی سے حاصل ہوا ہے اور وہی لوگ صاحب شرع سے شریعت کے نقل میں اصل ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ جب لوگوں میں اختلاف پڑے تو بڑے گروہ کی پیروی کرو اور اس سے مطلب یہ ہے کہ حق کو انبیاء

کرو اور اس پر عمل کرو اگرچہ اس پر عمل کرنے والے کم ہوں اور مخالف زیادہ ہوں اس لیے کہ وہ حق ہے جس پر پہلی جماعت یعنی صحابہؓ ہوں اور بعد صحابہؓ کے انبوہ باطل کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔"

آگے تحریر فرماتے ہیں کہ:

"قرنِ اول کو تو خدا نے ایسی فضیلت دی ہے کہ اس میں کوئی ان کے برابر نہیں پہنچ سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نبی علیہ السلام کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے اور ان پر قرآن کے نزول کا مشاہدہ کرنے کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور انہی کو قرآن کی حفاظت کا الہام کیا یہاں تک کہ اس کا ایک حرف ضائع نہیں ہو سکتا.... غرضیکہ دین کے قائم رکھنے میں زیادہ تر ان ہی کی کوشش ہے جس کا احاطہ کرنا دشوار ہے اور کوئی ان کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ اللہ ان کو امت نبی علیہ السلام کی طرف سے جزائے خیر عنایت کرے۔" (ص ۱۲۴)

حضرت علامہ سالمیؒ کا ارشاد

مشہور متکلم اسلام علامہ ابو الشکور سالمیؒ بدعت کے اقسام بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ:

بدعت پانچ وجوہ سے قائم ہوتی ہے۔ (۱) اللہ کی ذات میں بات چلانا (۲) قرآن میں اپنی بات چلانا (۳) اللہ کی قدرت میں بات چلانا (۴) اللہ کے پیغمبروں پر تنقید کرنا (۵) اور صحابہؓ پر لب کشائی کرنا

(کتاب التمہید ص ۱۸۹)

حضرت معافی بن عمرانؒ کا ارشاد

ایک شخص نے حضرت معافی بن عمرانؒ سے کہا کہ جناب عمر بن عبد العزیزؒ اور حضرت امیر معاویہؓ کا کیا موازنہ؟ یہ سُن کر حضرت معافیؒ کو غصہ آگیا اور فرمایا۔ "صحابہ کرامؓ کا موازنہ بعد میں آنے والوں سے نہ کرو۔ امیر معاویہؓ کو جو خصوصیت حاصل ہے وہ دوسروں کو نہیں۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ امّ المومنین کے بھائی۔ حضور علیہ السلام کے کاتب وحی اور وحی الٰہی کے امین تھے۔" (شفاء دوم ص۱۰۱ البدایہ جلد ۸ ص ۱۳۹)

محمد بن کعبؒ قرظی کا بیان

حمید بن زیاد کا بیان ہے کہ میں محمد بن کعب قرظی کے پاس گیا اور دریافت کیا کہ صحابہ کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ فرمایا سب صحابہ جنتی ہیں۔ اچھے نیکوکار ہوں یا برے۔ میں نے کہا۔ آپ یہ کہاں سے فرماتے ہیں؟ فرمایا کلام مجید میں آیا ہے والسابقون الاولون الآیۃ (اس میں کوئی شرط نہیں کہ نیک ہوں یا برے) سب کے متعلق فرمایا

رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ اس کے بعد فرمایا۔ والذین اتبعوھم باحسان۔ اس میں تابعین کے لیے شرط لگادی
ہ بھلائیوں میں صحابہؓ کے تابع ہوں برائیوں میں تابع نہ ہوں۔ ابو صخر نے کہا۔ یہ آیت سن کر مجھے محسوس ہوا
گویا یہ آیت میں نے پہلے پڑھی ہی نہ تھی نہ اس کی تفسیر کا مجھے علم تھا۔

(تفسیر مظہری جلد ۵ ص۲۹۶ تفسیر بغوی جلد ۲ ص۳۲۲ روح المعانی جلد ۱۱ ص۸)

حضرت عامر شعبیؒ کا بیان

حضرت مالک بن معول کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عامر بن شرحبیل شعبیؒ (۱۰۴ھ) نے کہا۔ "اے مالک! ایک بات میں یہودی و عیسائی رافضیوں سے افضل ہیں۔ جب یہودیوں سے دریافت کیا گیا کہ تمہاری ملت میں سب سے افضل کون تھے؟ تو انہوں نے کہا موسیٰؑ کے صحابی، اور عیسائیوں سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا عیسیٰؑ کے حواری، لیکن جب رافضیوں سے سوال کیا گیا کہ تمہاری ملت میں سب سے بڑے لوگ کون ہیں؟ تو کہنے لگے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیؓ۔ ان کو حکم دیا گیا تھا کہ صحابہؓ کے لیے مغفرت طلب کریں تو انہوں نے (بجائے دعا کرنے کے) صحابہؓ کو برا کہا۔ ان کے خلاف روز قیامت تک تلواریں کھنچی رہیں گی۔ ان کا جھنڈا کبھی سر بلند نہیں ہوگا نہ ان کے قدم جمیں گے نہ ایک رائے پران کا اتفاق ہوگا۔ جب بھی یہ (صحابہؓ کے خلاف) لڑائی کی آگ بھڑکائیں گے اللہ ان کی جماعتوں کو منتشر کرکے اوران کے خون بہا کر لڑائی کی آگ بجھادے گا۔ اللہ ہم کو گمراہ کن خواہشات سے محفوظ رکھے۔"

(تفسیر مظہری جلد ۱۱ ص۱۸۰، تفسیر بغوی جلد ۴ ص۳۲۱)

آپ کا ارشاد ہے۔ "خبردار دین میں قیاس در ائے (یعنی ظن فاسد) کو دخل نہ دینا۔ خدا کی قسم اگر ایسا کروگے تو حلال کو حرام اور حرام کو حلال بنادوگے۔ اپنے دین میں اسی طرح پر رہو جو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا۔" (العلم والعلماء ص۲۳۲)

حضرت قاسم بن محمد کا قول

سیدنا حضرت صدیق اکبرؓ کے پوتے حضرت قاسم بن محمدؒ فرماتے ہیں کہ۔ "جب آدمی کسی صحابی کے عمل کی پیروی کرتا ہے تو اس خیال سے مطمئن رہتا ہے کہ یہ عمل مجھ سے بہتر آدمی کا ہے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ اختلافات صحابہؓ کے ذریعے خدا نے امت کے لیے آسانی بہم پہنچائی ہے۔ جس صحابی کی بھی اقتدا کروگے ٹھیک ہے۔ (العلم والعلماء ص۱۴۲)

حضرت ابراہیمؒ کا ارشاد

حضرت ابراہیمؒ فرمایا کرتے تھے کہ:
"تم ایسے کہاں کے برگزیدہ ہو کہ خدا نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

کے ساتھیوں سے علم چھپا کر تمہارے لیے اٹھا رکھا تھا۔" (جامع بیان العلم صـ۹۷/۲)

مطلب یہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام رض ہی برگزیدہ و پسندیدہ تھے اور انہیں نعمت خداوندی سے وافر حصہ نصیب ہوا تھا۔

حضرت داتا گنج بخش کا ارشاد

حضرت شیخ سید علی ہجویری المعروف بہ حضرت داتا گنج بخش رح (۴۵۶ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ:

"تمام صحابہ کرام رض مرتبہ صحابیت میں یکساں ہیں۔ ان کا زمانہ سب زمانوں سے ہر لحاظ سے افضل تھا۔ درحقیقت صحابہ کرام رض کا زمانہ ہی خیر القرون تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے سرفراز فرمایا اور ان کے دلوں کو تمام عیبوں سے محفوظ رکھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے خیر القرون (الحدیث) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ (الآیۃ)
(کشف المحجوب صـ۱۲۷ ترجمہ)

علامہ طبری رح کا ارشاد

حضرت علامہ ابی جعفر محمد بن جریر الطبری رح (۳۱۰ھ) فرماتے ہیں کہ:

جن حضرات نے فتح مکہ سے پہلے اور اس کے بعد انفاق فی سبیل اللہ کیا ہے اللہ نے (ان دونوں فریق) ان کے لیے جنت کا وعدہ فرمایا ہوا ہے کیونکہ انہوں نے اللہ کے رستے میں خرچ کیا اور خدا کے دشمنوں سے قتال کیا۔ (تفسیر طبری جلد ۲۷ صـ۲۲۱)

ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

"بعد میں آنے والے لوگوں کو حکم دیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رض کے لیے استغفار (یعنی دعائے رحمت) کریں نہ کہ ان کو برا بھلا کہیں۔ (جلد ۲۸ صـ۴۵)

حضرت علامہ ابوبکر جصاص رح کا ارشاد

حضرت علامہ ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص رح (۳۷۰ھ) ایک آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"اس آیت میں صحابہ کرام رض کے قطعی مومن ہونے کی دلیل موجود ہے۔ یہ حضرات قطعی مومن تھے۔ اللہ کے ولی ہیں۔۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رضا کی خبر دی ہے۔ حضرات صحابہ کرام رض بصیرت اور ایمان کی سچائی میں ظاہر و باطن میں برابر تھے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے ارشاد فعلم ما فی قلوبھم میں اس کو واضح کر دیا ہے جس میں بتلایا ہے کہ جیسا ان کا ظاہر ہے ویسا ہی باطن ہے۔ (غلام احکام القرآن ج ۳ صـ۲۹۲)

حضرت امام بیہقیؒ کا ارشاد

حضرت حافظ محدث ابوبکر احمد بن حسین بیہقیؒ (۴۵۸ھ) لکھتے ہیں کہ:
"اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (محمد رسول اللہ الآیۃ) اللہ تعالیٰ نے ان کے بہتر ہونے کی تعریف فرمائی ہے اور ان کے ذکر کو توراۃ وانجیل اور قرآن کریم میں بلند فرمایا ہے پھر ان کو مغفرۃ اور اجر عظیم کا وعدہ دیا (وعد اللہ الذین امنوا) اور دوسری آیت میں ان سے راضی ہونے اور ان کے راضی ہونے کی خبر دی ہے (والسابقون الآیۃ) پھر خوشخبری سنائی ان کو جو کچھ ان کے لیے تیار کیا گیا ہے (واعد لھم)... اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ حضرات صحابہؓ کو معاف کریں اور ان کے لیے استغفار کریں۔ (فاعف عنھم) اور ان کے ساتھ مشورہ کرنے کا حکم فرمایا کہ ان حضرات کی دلجوئی ہو (وشاورھم فی الامر) اور بعد میں آنے والے لوگوں کو کہا گیا کہ ان کے لیے استغفار کریں اور اپنے دلوں میں ان کے خلاف کوئی کینہ نہ رکھیں (والذین جاء وامن بعدھم) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات کی تعریف فرمائی اور ان کو ستاروں سے تشبیہ دی اور اپنی امت کو اس پر متنبہ کیا کہ دینی معاملات میں ان کی اقتداء کریں.... آپ نے ان کی محبت کا حکم دیا۔ ان کو برا بھلا کہنے سے منع کیا اور اپنی امت کو خبردار کردیا کہ کوئی شخص ان کے مقام اور ان کے درجات کو حاصل نہیں کرسکتا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مغفرت کا اعلان کردیا۔" (الاعتقاد والھدایۃ الی سبیل الرشاد صـ۲۰۵)

حضرت شیخ قشیریؒ کا ارشاد

حضرت شیخ ابوالقاسم عبدالکریم قشیریؒ (۴۶۵ھ) ارشاد فرماتے ہیں:
"جان لو تم پر اللہ کی رحمت ہو اور تمہیں اپنی مہربانیوں سے نوازے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسلمانوں کا سب سے بڑا نام یہ تھا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحبت یافتہ ہے اور ان کی صحبت میں رہا ہے کیونکہ اس سے اوپر کوئی بڑائی اور بزرگی کی چیز نہیں تھی اور یہ ان لوگوں کے لیے سب سے بڑا شرف تھا چنانچہ ان کو صحابہؓ کہا گیا اور جب دوسرے زمانہ کے لوگوں نے صحابہؓ کی صحبت اختیار کی تو ان کو تابعین کہا گیا اور اس سے بڑھ کر بزرگی کی کوئی دوسری چیز نہ تھی اور شرافت میں بزرگوں کا دوسرا کوئی نام نہ تھا کہ یہ تابعی ہے۔ ان کے بعد آنے والوں کو تبع تابعین کہا گیا کہ ان لوگوں نے صحابہؓ کے تابعین کی اتباع کی ہے۔"

(حیات صوفیہ تلخیص نفحات الانس از حضرت جامیؒ صـ۱۰)

حضرت شیخ الانصاریؒ کا بیان

حضرت ابو اسماعیل خواجہ عبداللہ بن ابی منصور محمد الانصاری الہرویؒ (۴۸۱ھ) آثارِ صحابہؓ کو کس انداز سے دیکھتے تھے اسے ملاحظہ فرمائیے۔ مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ:

"شیخ الاسلام الہرویؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق بات کہنا تین طرح کی ہیں۔ (۱) اس ذات کے متعلق کہنا اور سننا سند ہے یعنی کتاب و سنت سے سُنا جائے (۲) اس کے دین کے متعلق بات کہنا اس میں کتاب و سنت و اجماع و آثار صحابہ سند ہے الخ (احیات موفیہ ۲۶۴)

حضرت امام غزالیؒ کا ارشاد

سیدنا حضرت امام محمد بن محمد غزالیؒ (۵۰۵ھ) فرماتے ہیں کہ "تمام صحابہ کرامؓ سے ایک مسلمان حسن ظن رکھے اور ان کی تعریف کرے جیسے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مدح و ثناء کی ہے....

احیاء العلوم جلد ۱ ص۸۲)

ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں:

بعض لوگ (صحابہ کرام کے بارے میں) اس حد تک ان کے منہ آئے ہیں کہ ان کے حق میں دریدہ دہنی اور بے ہودہ گوئی کی کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ مگر اہلسنت والجماعت نے جیسا کہ دیگر میں اعتدال سے کام لینے کے عادی ہیں یہاں بھی (یعنی حضرات صحابہؓ کے درمیان بھی) اس زریں پالیسی کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا اور واقعات بھی اس بات کے مقتضی ہیں کیونکہ قرآن و حدیث نبویہ مہاجرین و انصار کی مدح سرائی سے بھری پڑی ہیں۔ تواتر سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک صحابی کو توصیفی کلمات سے یاد فرمایا ہے (چند احادیث نقل فرما کر لکھتے ہیں) جب یہ بات ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے حق میں حسن ظنی سے کام لینا چاہیئے..... یہ تو عام صحابہ کا حال ہے، اب رہے خلفاء راشدینؓ سو وہ تمام صحابہؓ اور دیگر افرادِ امت سے افضل ہیں اور جیسے ان کی خلافت یکے بعد دیگرے متحقق ہوئی (اس کے بعد حضرت الامامؒ نے خلفاء راشدینؓ کی الگ الگ فضیلت و خلافت پر سیر حاصل کلام فرمایا ہے۔

دیکھئے الاقتصاد ص۱۵۶ اردو ترجمہ)

اسی کتاب میں ایک جگہ یہ بھی فرمایا کہ:

"ان صحابہؓ کے ہر فرد کے بارے میں کوئی خاص تعریف وارد ہے جس کو نقل کرنے میں طوالت ہے اس لیے ضروری ہے کہ ان کے بارے میں یہی اعتقاد رکھے اور کوئی بُرا گمان قائم نہ کرے۔ (الاقتصاد)

رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ:

"مقام رضا سے فائق وافضل کوئی مقام نہیں" (از تفسیر ماجدی ص۴۲۲)

آپ کا ارشاد ہے کہ جو بات صالحینؒ، صحابہؓ سے ثابت نہ ہو ایسی نئی بات پر ایک زمانہ کا اتفاق ہونا بھی تجھے دھوکہ میں نہ ڈال دے اور تو اسی طریقہ سلف پر مضبوطی اختیار کرے۔ اللہ تیرا مددگار رہے۔

(بحوالہ فتاویٰ عالمگیری معرکہ سنت وبدعت ص۱۲۲)

حضرت علامہ نسفیؒ کا ارشاد

حضرت علامہ نجم الدین ابی حفص عمر بن محمد نسفیؒ (۵۳۷ھ) فرماتے ہیں:

"ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر سیدنا صدیق اکبرؓ پھر سیدنا عمرؓ پھر سیدنا عثمانؓ پھر سیدنا علی المرتضیٰؓ ہیں...... اور ہم سب صحابہ کرامؓ کے بارے میں سوائے خیر کے کوئی بات نہیں کہتے اور ہم عشرہ مبشرہ کے جنتی ہونے کی گواہی دیتے ہیں اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جنتی ہونے کی گواہی دی ہے۔" (عقائد نسفیہ ص۱۵۸)

علامہ قاضی عیاضؒ کا ارشاد

حضرت علامہ قاضی ابوالفضل عیاض بن عمر مالکیؒ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

"صحابہ کرامؓ کی عزت وتوقیر، حسن سلوک۔ ان کی اقتداء ان کا اکرام ان کی تعریف وتوصیف ان کے لیے طلب رحمت، ان کے دوستوں سے دوستی اور ان کے دشمنوں سے دشمنی رکھنا اور ان کے آپس کے معاملات سے پہلوتہی کرنا واجب ہے۔

... صحابہ کرامؓ کی تعریف وتوقیر درحقیقت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی تعظیم وتوقیر ہے۔

(شفاء جلد ۲ ص۱۰۳)

آپ کا ارشاد ہے: "ہم صحابیؓ کو اس لیے فضیلت دیتے ہیں کہ وہ دوسرے مسلمانوں کے مقابلہ میں صاحب عزت وحرمت ہیں"۔ (شفاء جلد ۲ ص۹۳)

آپ یہ بھی لکھتے ہیں: "آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم میں سے یہ ہے کہ آپ کے صحابہؓ کی تعظیم کی جائے۔ ان کے ساتھ نیک سلوک ہو ان کے حقوق پہچانے جائیں اور ان کا اتباع کیا جائے۔ ان کی مدح وثنا کی جائے، ان کے لیے استغفار کیا جائے۔ ان کے دشمنوں سے دشمنی کی جائے۔

(الاسالیب البدیعہ ص۴۶۳)

آپ کا ارشاد ہے۔ "صحابہ کرامؓ میں سے کسی کو بُرا کہنا گناہ کبیرہ ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اسے سزا دی جائے گی" (نووی شرح مسلم جلد ۲ ص۳۱۰)

حضرت شیخ جیلانیؒ کا ارشاد

سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ (۵۶۱ھ) تحریر فرماتے ہیں:

"اہلسنت کا اعتقاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت دوسری تمام اُمتوں سے افضل ہے۔ سب سے افضل اُمتی وہ ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی۔ آپ سے بیعت کی اور فرماں برداری کا طوق گردن میں ڈالا۔ آپ کے ساتھ ہو کر کفار سے جنگ کی۔ آپ کی عزت کی۔ مدد کی۔ اپنی جان اور اپنا مال آپ کے لیے راہِ حق میں صرف کر دیا۔ اس زمانہ کے لوگوں میں (جو بذاتِ خود بھی افضل الامت تھے) زیادہ افضل وہ ہیں جنہوں نے حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت فرمائی جسے بیعتِ رضوان کہا جاتا ہے۔ یہ چودہ سو افراد تھے۔ ان میں سے ۳۱۳ اہل حدیبیہ سے بہتر اصحاب بدر تھے...... ان میں سے دس بہتر دس ہیں جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گواہی دی کہ یہ قطعی جنتی ہیں۔ نام یہ ہیں۔ ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی، علی مرتضیٰ، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد، حضرت سعید اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم۔ ان دس میں سے چار خلفاء نیکو کار اور افضل ہیں۔ (غنیۃ الطالبین ص۱۶۸)

مشاجراتِ صحابہؓ کے سلسلے میں آپ کا ارشاد ہے کہ:

"اہل سُنّت کا اس پر اتفاق ہے کہ صحابہ کے درمیان جو اختلاف واقع ہوا ہے اس سے اپنے آپ کو بچائے رکھنا واجب ہے اور ان کے حق میں بُرے کلمات کہنے سے پرہیز کیا جائے اور ان کی نیکیاں اور فضائل بیان کرنا واجب ہے۔ (غنیۃ الطالبین ص۱۱۸)

حضرت شیخ سہروردیؒ کا ارشاد

شیخ المشائخ حضرت ضیاء الدین سہروردیؒ (۵۶۳ھ) فرماتے ہیں:

"جو شخص کتاب وسنت کے ظاہر کو اور صحابہ کرامؓ کو اور جمہورِ اُمت کے اجماع کی اتباع کو چھوڑ دے وہ فاسق ہے۔ (آداب المریدین ص۸ ترجمہ از حضرت مولانا رحمۃ اللہ کیرانویؒ)

حضرت شیخ رفاعیؒ کا ارشاد

عارف ربانی حضرت شیخ سید احمد کبیر رفاعیؒ (۵۷۸ھ) فرماتے ہیں:

"صحابہؓ سب کے سب ہدایت پر ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

مروی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ "اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم" (اس لیے) صحابہ کے درمیان جو اختلافات ہوئے ان (کے تذکرہ) سے زبان روک لینا واجب ہے اور (اس کے بجائے) ان کے کمالات و محاسن بیان کرنا چاہیئے۔ ان سے محبت رکھنا چاہیئے۔ ان کی تعریف کرنا چاہیئے رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین۔ صحابہؓ سے محبت رکھو۔ ان کے ذکر و تذکرہ سے برکت حاصل کیا کرو۔ اور ان جیسے اخلاق حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ (البرھان المؤید صـ۳۸ اردو ترجمہ)

ایک جگہ فرماتے ہیں:

"یاد رکھو ولی کسی صدیق یا صحابی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا کیونکہ ان حضرات کو مبارک اور پاک نظر محمدی صلی اللہ علیہ وسلم نے اوپر کو اٹھا دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت تک پہنچا دیا۔ انہوں نے آپ سے محبت کی آپ نے ان سے محبت کی۔ اللہ ان سے راضی ہو گیا وہ اللہ سے راضی ہو گئے یہی بڑی کامیابی ہے۔ پس اگر تم اللہ کا قرب حاصل کرنا چاہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کی پیروی سے قرب حاصل کرو" (الیضاً صـ۲۱۴)

علامہ شہرستانیؒ کا ارشاد

حضرت علامہ عبدالکریم شہرستانیؒ (۵۴۸ھ) نے اپنی تصنیف الملل والنحل میں متعدد آیاتِ قرآنیہ سے صحابہ کرامؓ کے فضائل و مناقب بیان کرتے ہوئے ان لوگوں کی شدید مذمت کرتے ہیں جو صحابہ کرامؓ کو برا کہتے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں کہ:

ان آیاتِ کریمہ میں صحابہ کرامؓ کی عظمت و شان پر جو اللہ کے ہاں انہیں حاصل ہے اور ان کے مقام و مرتبہ پر جو اللہ کے رسول کے یہاں ان کا ہے بڑی دلیل ہے۔ پھر میں نہیں جانتا کہ کیسے کوئی دینی شخص صحابہ کرامؓ کو برا بھلا کہنے کو جائز سمجھتا ہو اور ان کی طرف کفر کی نسبت کرتا ہو (یعنی مومن کبھی ایسا نہیں کہہ سکتا)۔ (الملل والنحل تحت الفصل الملل والنحل لابن حزم جلد ۲ صـ۷)

حضرت علامہ بغویؒ کا ارشاد

حضرت علامہ ابو محمد حسین بن مسعود فرار بغویؒ (۵۱۶ھ) فرماتے ہیں کہ:

"جس شخص کے دل میں حضرات صحابہ کرامؓ کے خلاف (ذرہ بھر بھی) کینہ ہو اور وہ صحابہؓ پر دعائے رحمت نہ کرے تو وہ اس آیت (والذین جاءوا من بعدھم) میں داخل نہیں جس کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے تین درجات بیان فرمائے۔ مہاجرین۔ انصار اور تابعین (یعنی بعد میں آنے والے) اور بعد میں آنے

والے لوگوں میں سے جو شخص اس صفت سے متصف نہیں ہوگا (یعنی ان کے لیے دعائے رحمت و مغفرت نہ کرے گا) وہ مومنین کی اقسام سے باہر ہوگا۔" (تفسیر بغوی جلد ۴ ص ۳۲۱)

حضرت علامہ جوزیؒ کا ارشاد

حضرت علامہ عبدالرحمن بن علی بن محمد الجوزیؒ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں کہ:

"کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ حضرات صحابہ کرامؓ کو طعن کا نشانہ بنائے یا ان کے ساتھ برائی لگائے یا اپنے دل میں ان کے ساتھ بغض رکھے اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان کے اکرام و احترام کرنے کی) تاکید کی ہے۔ (زاد المسیر جلد، ص ۴۲۹)

ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

"جمہور کے نزدیک رَضِیَ اللہُ عَنْھُم تمام حضرات صحابہ کرام کے لیے ہے۔" (الیناج، ص ۲۲۶)

بقیہ: قاضی شمس الدین درویش اور یزیدی ٹولہ

قاضی درویش صاحب کا خط آنے سے پہلے ہی حافظ ابن کثیرؒ کی جلد ہفتم والی عبارت میرے مطالعہ میں آگئی بہرحال جب حضرت شاہ ولی اللہ محدثؒ نے الفاظ ضلالا وضل من اتبعھا سے خطائے اجتہادی مراد لی ہے اور میں نے اس کو نقل کر دیا ہے تو اس پر کیونکر گرفت ہو سکتی ہے۔ (جاری ہے)

قارئین حق چار یار رض کی خدمت میں گزارش

جس وقت آپ کو چندہ ختم ہونے کی اطلاع دی جائے تو فوراً سالانہ چندہ ارسال فرمائیں۔ اب کسی بھی خریدار کو آرڈر کے بغیر وی پی رسالہ ارسال نہیں کیا جائے گا اس لیے بغیر آرڈر کے وی پی کا انتظار کرنے کی زحمت نہ فرمائیں۔

جن حضرات کا سالانہ چندہ رجب المرجب ۱۴۱۱ھ میں ختم ہو گیا تھا ان حضرات کو دو دفعہ چندہ ختم ہونے کی اطلاع دی لیکن تاحال ان کا سالانہ چندہ موصول نہیں ہوا جس کی وجہ سے ہم نے ان کے نام خریداروں کی لسٹ سے کاٹ دیے ہیں۔ محسوس نہ فرمائیں کیونکہ ہمارا یہ محبوب ترین مجلہ آپ حضرات کے تعاون سے سنی کاز کی ترجمانی کر رہا ہے۔ اس لیے آپ ہماری اس آواز پر لبیک کہتے ہوئے بڑھ چڑھ کر تعاون فرمائیں۔ جواب طلب امور کے لیے جوابی لفافہ یا اس کی قیمت ضرور ارسال کریں بصورتِ دیگر جواب نہیں دیا جائے گا۔

حافظ خبیب احمد

حضرت عمر رض کی شان

حضرت عمر رض کی یہ شان تھی کہ قیصر کے یہاں جو قاصد گیا تھا اس سے قیصر نے پوچھا کہ تمہارا خلیفہ کیسا ہے۔ تو انہوں نے کہا ان کی شان یہ ہے۔ لا یخدع ولا یخدع۔ یعنی نہ وہ کسی کو دھوکہ دیتے ہیں اور نہ وہ کسی کے دھوکے میں آتے ہیں۔ قیصر نے سُن کر کہا کہ کسی کو دھوکہ نہ دینے سے معلوم ہوا کہ وہ بڑے دین دار ہیں اور دھوکہ نہ کھانے سے معلوم ہوا کہ وہ بڑے عاقل ہیں اور جس شخص کے اندر یہ دونوں صفتیں ہوں وہ کبھی مغلوب نہ ہوگا۔

(رفع الموانع ص ۱۸ معارف اشرفیہ)

مدینہ بازار، اچھرہ، لاہور فون ۴۱۶۱۰۷

- ماہنامہ حق چار یارؓ خالصتاً سنی رسالہ ہے
- ماہنامہ حق چار یارؓ ایک مذہبی اور غیر سیاسی رسالہ ہے
- ماہنامہ حق چار یارؓ سنی موقف کا ترجمان ہے۔
- ماہنامہ حق چار یارؓ تحریک خدام اہلسنت کا آرگن ہے۔
- ماہنامہ حق چار یارؓ سبائیت کا مسکت اور مدلل جواب ہے
- ماہنامہ حق چار یارؓ کو وکیل صحابہؓ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین دامت برکاتہم العالیہ کی سرپرستی حاصل ہے۔
- ماہنامہ حق چار یارؓ میں تمام مضامین مستند اور معیاری ہوتے ہیں۔
- ماہنامہ حق چار یارؓ دفاع صحابہؓ کی خدمت سرانجام دے رہا ہے۔
- ماہنامہ حق چار یارؓ ہر ماہ پابندی سے شائع ہوتا ہے۔
- ماہنامہ حق چار یارؓ کا سالانہ چندہ پاکستان میں صرف ۶۰/- روپے ہے۔
- ماہنامہ حق چار یارؓ ہر سنی مسلمان کی اہم ضرورت ہے۔
- ماہنامہ حق چار یارؓ کا ہر گھر اور لائبریری میں ہونا ضروری ہے۔
- ماہنامہ حق چار یارؓ کی اشاعت میں تعاون ایک جہاد ہے۔

کیا آپ ہماری اس آواز پر لبیک کہتے ہوئے تعاون نہ فرمائیں گے؟

PAKISTAN
مقدار سب سے زیادہ
750 ملی لیٹر
معیار میں بھی
اور مقدار میں بھی
سب سے بڑھ کر
روح افزا
SHARBAT
ROOH AFZA
REGD.
روح افزا
مشروب مشرق

ماہنامہ
حق چار یار لاہور
رجسٹرڈ ایل نمبر
۸۴۵۸
ٹیلیفون نمبر
۴۱۶۱۰۷
توحید کا ہے غلغلہ سنت کی ہے بہار
فیض محمدی ہے یہ حق چار یار سے
یا اللہ مدد
اصحاب مصطفےٰ پہ ہیں خدام جاں نثار
اعلان حق ہمارا ہے حق چار یار سے
ختم نبوت زندہ باد
اصلی کلمہ اسلام
لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ
نظام خلافت راشدہ زندہ باد
خلافت راشدہ
حق چار یار
جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام مدنی محلہ جہلم کا
پینتیسواں ۳۵ عظیم الشان سہ روزہ سالانہ
جلسہ
تقسیم اسناد و دستار بندی
۱-۲-۳ مئی ۱۹۹۱ء ۱۵-۱۶-۱۷ شوال المکرم ۱۴۱۱ھ بدھ، جمعرات، جمعہ
انشاء اللہ اپنی سابقہ روایات کے مطابق شان و شوکت سے منعقد ہوگا۔
جس میں ملک کے مشاہیر علماء و مشائخ شرکت فرما رہے ہیں
نوٹ:۔
مجاہد ملت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ بانی و امیر تحریک خدام اہل سنت والجماعت
کا درس خاص جلسہ کے دوسرے دن علی الصبح ہوگا۔ یاد رہے کہ جلسہ بروز بدھ
قبل از دوپہر شروع ہوگا اور بروز جمعہ نماز جمعہ تک ختم ہو جائیگا۔ تفصیلی اشتہار علیحدہ شائع ہوگا۔
الداعی الی الخیر: خادم اہل سنت و خادم جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام جہلم (مولوی عبداللطیف غفرلہ)